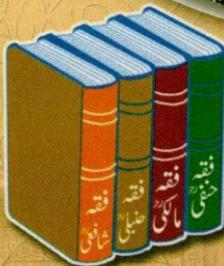


چند نوادرہ اسلامی انوں کے سوالات کے جواب میں

اسلام اور ہدیٰ مکاتب فکر

(ایک تحقیقی جائزہ)

www.KitaboSunnat.com



مؤلف

اشیخ محمد سلطان المعصومی
استاذ دارالحدیث المسجد الحرام
مکہ مکرمہ۔ سعودی عرب

تقدیم و نظر ثانی
اشیخ عبدالعزیز حسن زینی
(استاذ جامعہ مشاریہ اسلامیہ کراچی)



مترجم

محمد یوسف نعیم
فاضل علوم شریعہ و
فاضل جامعہ مشاریہ اسلامیہ کراچی
(دقائق المدارس الشیعیہ)

ناشر

عبد الرحمن دارالكتب كراچي

۲۰

۱-



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اطْبِعُوا أَلٰهَهُ
وَاطْبِعُوا رَسُولًا

جَمِيعَ الْعِبَادَاتِ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ

مُدْعَى الْأَبْرِيْرِي

کتاب و متنی دینی پاپیلے دلی / دینی اسنادی اپنے لاب سے 12 جنوری 2020

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و متن ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقۃ النّشانِ الْمُحَمَّدی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

چند نووار دار اسلام مسلمانوں کے سوالات کے جواب میں



اسلام اور فقہی مکاتب فکر

(ایک تحقیقی جائزہ)

www.KitaboSunnat.com



مَوْلَف

اشیخ محمد سلطان المصوّمی
استاذ دارالحدیث المسجد الحرام
مکہ کرمہ۔ سودی عرب

مُتَرَجمٌ
محمد یوسف غیم
فاضل علوم شرقیہ و
فاضل جامعہ حاریہ اسلامیہ کراچی
(وقاق المدارس الشفیعی)

مُتَرَجمٌ و نظر ہائی
اشیخ عبدالظیم حسن زینی
(استاذ جامعہ حاریہ اسلامیہ کراچی)

ناشر

عبد الرحمن دار الكتب کراچی

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب.....	اسلام اور فقہی مکاتب فکر (ایک تحقیقی جائزہ)
مؤلف.....	اشیخ محمد سلطان الموصوی الجندی المکنی
مترجم.....	محمد یوسف نعیم
صفحات.....	۱۲۰
تعداد.....	۱۰۰۰
بار.....	اول / رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ / اکتوبر ۲۰۰۴ء
بار.....	دوم / جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ / مئی ۲۰۱۱ء
قیمت.....	کپوزنگ ایس کے پر لیں میڈیا سروس ۱۲۳ - سمبی ہوٹل - آئی آئی چندر گیر روڈ کراچی - فون: ۷۲۱۳۱۷

۲۵۱،۱۵
۳۴ ص - ۵۰ ملنے کا پتہ



فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرضِ مترجم	۵
۲	مقدمہ از: اشیخ عبدالعزیزم حسن زین حظط اللہ	۸
۳	مؤلف کے حالات زندگی	۱۲
۴	دعا	۱۳
۵	استفتاء	۱۵
۶	ایمان اور اسلام کی حقیقت	۱۷
۷	مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کی تقلید نہ تو واجب ہے اور نہ ہی مندوب	۲۲
۸	دین اسلام کی بنیاد صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے	۲۲
۹	متاخرین نے دین کو بدلنا اور اس میں اس حد تک تبدیلیاں کیں کہ انہوں نے تقلید کو لازم قرار دیا جس کا نتیجہ یہ کلا کہ وہ گروہ بندیوں کا شکار ہو گئے:	۲۸
۱۰	کیا کسی انسان سے مرنے کے بعد قبر میں کسی امام کے مذہب پر عمل کرنے کے بارے میں سوال ہو گا؟	۳۰
۱۱	کسی خاص مذہب کو لازم قرار دینے والا قول حقیقت میں سیاست پرمنی ہے	۳۲
۱۲	رسالہ "الانصاف" میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق کہ مذہب بدعت ہے	۳۳
۱۳	جو رسول اللہ ﷺ سے غیر کے لئے تعصّب کرے وہ گراہ اور جاہل ہے	۳۵
۱۴	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے فتویٰ مصریہ میں لکھا ہے	۳۶
۱۵	امام ابن الحمام کی تحقیق کسی مذہب کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے	۳۷
۱۶	مقلد	۳۸

نمبر شمار	فصل	آن لائن مکتبہ
مضمون	تفصیل	صفحہ نمبر
۱۷	تفصیل	۳۸
۱۸	شریعت میں تقلید کے معنی	۳۹
۱۹	اتباع	۴۰
۲۰	اتباع اور پیروی کے لائق امام صرف نبی ﷺ ہی ہیں	۴۱
۲۱	امت محمدیہ ﷺ میں اختلاف اور فرقہ واریت کا سبب مذاہب کی ناجائز اتابع ہے	۴۲
۲۲	کتاب و سنت پر عمل کرنا ہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے	۴۳
۲۳	مجتہد کو غلطی کرتا ہے اور کسی مسئلہ درست بتاتا ہے مگر نبی ﷺ مخصوص عن الخطاء ہیں	۴۴
۲۴	حق صرف رسول اللہ ﷺ کی رائے میں ہو سکتا ہے	۴۵
۲۵	بہت اہم تنبیہ	۴۶
۲۶	جنہوں نے دین کے کلڑے کلڑے کر دیئے اور اہل دین کو گروہ بندی میں تقسیم کر دیا	۴۷
۲۷	اس امت کے آخری شخص کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہو گی جس سے اس امت کے پہلے شخص کی ہوئی تحقیقی	۴۸
۲۸	اللہ کے دین اور اس کی شریعت میں علماء کے رو بدل کرنے میں فخر الدین الرازی کی حکایت	۴۹
۲۹	رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی امام عظیم نہیں	۵۰
۳۰	اللہ نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا ہے	۵۱
۳۱	مغضوب علیہم کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے ہی ہم مذاہب لوگوں کی بات کو مانتے ہیں	۵۲
۳۲	حق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں پر کسی مخصوص مذاہب کی پیروی کو لازم قرار نہیں دیا	۵۳
۳۳	فصل	۹۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض مترجم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم - اما بعد

محترم قارئین کرام!

السلام عليکم و رحمة الله و برکاته

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جناب محمد سلطان الموصوی الجندی الہمکی کی عربی تالیف

”هل المسلم ملزم باتباع مذهب من المذاهب الاربعة؟“ کا اردو ترجمہ ہے، جس کا نام میں نے تجویز کیا تھا ”کیا مسلمان کسی خاص مذهب کا پابند ہے؟“ جس عرق ریزی سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اس مؤلف کے علمی قد و قامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اس کا اردو ترجمہ کر کے اردو دان طبقے تک مؤلف موصوف کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہے اگر حقیقت پوچھیں تو اس کتاب کا ترجمہ جب میں نے شروع کیا تو مجھے یہ کام بہت مشکل گا اور مجھے اس حقیقت کا اب بھی اعتراض ہے کہ حقیقت میں کسی کے بیان یا جذبات کی ترجیمانی بہت ہی مشکل کام ہے۔

مگر کتاب میں حقیقت کی ترجیمان عبارتیں اور عنوانات نے مجھے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کے لئے مہیز کا کام دیا اس کتاب کے ترجمے کے دوران مجھے ”ناور“ کراچی کی مجلس علمی لاہوری (جو اب نہیں ہے کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئی ہے) میں کتب بینی کا بھی موقعہ ملا اور اس بات کا تجربہ بھی حاصل ہوا کہ کسی بھی موضوع سے متعلق کتاب کا ترجمہ کرنے سے پہلے مترجم کے پاس اس موضوع سے متعلق ذاتی اور اضافی معلومات کا ہونا بھی از حد ضروری ہے وگرنہ وہ ترجمہ یا ترجیمانی کرتے وقت سحو و خطاؤ کا شکار ہونے سے نہیں فتح سکتا (الا ماشاء اللہ) ترجمہ کرتے وقت میں نے اصل کتاب کی ترتیب کے مطابق ہی ترجمہ کرنے کو ترجیح دی ہے اور ترمیم و اضافے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے، پھر میں اس خوش فہمی میں بھی ہرگز بیتلانہیں کہ میری اس کاوش کو ترجیمانی کا حق ادا کرنے کا نام دیا جائے گا۔
ہاں! البتہ اتنی امید ہے کہ اسے مؤلف کے بیان کے مفہوم کے قریب کرنے کی ایک ادنی اسی کوشش کہا جاسکے گا۔

اس امر کا ذکر بھی وجہ سے خالی نہ ہو گا کہ جب میں ترجمے سے فارغ ہو تو اگلے دن اسی ہی کتاب

کے ترجیحے کے بارے میں مولا نا عبد الرشید خنیف صاحب کا تبصرہ ہفت روزہ الحمدیث لا ہور کے ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں چھپا۔ مترجم کا نام مولا نا مختار احمد ندوی صاحب تھا اور ترجمہ شدہ کتاب کا نام ”ندبی فرقہ پرستی اور اسلام“ تھا۔ میں وہنی طور پر بڑا فکر مند ہوا اس لئے کہ میں اپنے گمان کے مطابق صرف میں ہی نمذکورہ کتاب کا ترجمہ کر رہا تھا۔ بہر حال میں چند روز میں کراچی کے ایک اسلامی کتب کے پبلشر جناب الشیخ محمد افضل اثری صاحب حظوظ اللہ کی خدمت میں یہ ترجمہ لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے اگرچہ اس ترجیحے کی اشاعت کے سلسلے میں حامی نہ بھری مگر مجھے تسلی دی بہر حال یہ ترجمہ میرے پاس یونہی پانچ سال تک رکھا رہا اس کے بعد اللہ کی مرضی ہوئی تو سلسہ وار یہ ترجمہ معاصر جریدے پر پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی کے جولائی ۲۰۰۰ء تک میکروے ۱۹۹۹ء سے کے شاروں میں چھپا۔ پھر اس کے پانچ سال بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتابی صورت میں شائع کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ امید ہے اللہ کے قضل سے کامیابی ملے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ والله غالب علیٰ امرہ (اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر وسائل ہوتے تو یہ ترجمہ ۱۰ سال قبل آپ کے ہاتھوں میں ہوتا۔ اعتراف حقیقت ہے

وَمَا تَشَاءُ وَنِإِلَّا أَنْ يَشَاءُ اللَّهُ

میری نظر میں جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی مبارکباد کی مستحق ہے کہ جس نے نووار دا اسلام لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے کے مسئلے میں ”عربی“ زبان میں ایک نقاب کشا کتاب شائع فرمائی تھا۔ میری کتاب شائع فرمائی تھا۔ راہنمائی کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔
بہر حال میں نے ترجیحے کے بعد بار بار نظر ہانی کی ہے مگر تقاضائے بشریت بھول چوک سے تو میرا نہیں ہو سکتا۔

لہذا قارئین کرام سے استدعا ہے کہ میری غلطیوں پر مجھے مطلع فرمائیں تاکہ اس کتاب کی دوسری طباعت میں اصلاح کی جاسکے۔

ہمیں کسی کی شخصیت سے کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی کسی کی دل آزاری مقصود ہے مگر فکری اور نظری اختلاف تو باپ بیٹی کا بھی ہو سکتا ہے اور اسے علمی اور تحقیقی بنیادوں پر حل بھی کیا جاسکتا ہے۔ پھر ایک قابل غور پہلو اس کتاب میں یہ بھی سامنے آیا ہے کہ مؤلف موصوف نے انداز تحریر میں کسی فلم کے رکھ رکھاؤ اور مداحنت کو بعض مقامات پر قریب میں پھٹکنے تک نہیں دیا۔ ممکن ہے ایسا اُن کے ساتھ چیز آمدہ حالات و واقعات کے نتیجے میں ہوا ہو جیسا کہ اُن کے حالات زندگی پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے تو اس مقام پر تحریر کے اس نمونے کو ان پر وہنی دباؤ اور جسمانی تکالیف کا نتیجہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ مگر میرے نزدیک مترجم کے لئے یہ مقام مشکل ہوتا ہے کہ آیا وہ اس مقام کو حذف کر دے یا ترجمانی میں لکھدار رو یا اپنائے

جبکہ مؤلف نے وہ رونی اختیار نہیں کیا میرا خیال ہے کہ قارئین کرام کو اس مقام پر مترجم کو مغذو ر سمجھنا چاہئے۔ مجموعی طور پر اس کتاب کو پڑھنے سے اس کی افادیت سے انکار نہیں۔

زیرِ نظر کتاب اگرچہ کچھ نسلم جاپانیوں کے چند سوالات کے جوابات میں اور رِ تقلید کے موضوع پر لکھی گئی ہے اس حوالے سے اس کتاب کی تحقیق کا ایک مخصوص پس منظر ہے مگر مجموعی طور پر اس کی افادیت عمومی اہمیت کی حامل ہے۔ پھر دیکھئے انسان کی طبیعت اور اس کا مزاج ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے اور یہ طریقہ اس کی زندگی کے تمام معاملات میں رہتا ہے اسی طرح اس کے دین کا مسئلہ ہے وہ اپنے دین کے معاملے میں بھی خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہے اور پھر دین اسلام سے بھلا اور کونسا دین خوب تر ہوگا (آل عمران۔ ۸۵)

تو بہر کیف کسی مسلم کا مقلد بن جانا ایک ایسی سائکل پر سوار ہونے کے مترادف ہے کہ جس کے پیسے تو گھومتے ہیں مگر وہ ایک جگہ پر ہی کھڑی رہتی ہے جس سے ورزش کا کام تو لیا جاسکتا ہے مگر سفر نہیں کیا جاسکتا۔

الہذا تقلید کو اختیار کرنا انسان کے فطری مزاج اور طبیعت کے خلاف ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں غیر مسلم ملت اسلامی سے ہر میدان میں پیش پیش نظر آ رہے ہیں۔ کاش کہ ہم بھی دل کی آنکھیں کھول لیتے، کتاب و مت سے حقیقی رہنمائی حاصل کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے۔

میں اس مقام پر نائب مدیر صحیفہ الحدیث کراچی جناب عبدالعظیم حسن زی صاحب حفظہ اللہ کا بھی شکر یہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اپنی گوناؤں مصروفیت کے باوجود میری اس کاوش کے لئے وقت نکال کر اس پر نظر ٹانی فرمائی اور ناصرف اس کے لئے مقدمہ تحریر فرمایا بلکہ بعض مفید مشوروں سے بھی فواز۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے فیض کو عالم فرمائے متناشیان حق کے لئے اسے مشعل راہ بنائے۔ میری دانستہ اور غیر دانستہ خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اس خدمت دین کے اجر میں مؤلف، مجھے، میرے والدین اور اساتذہ کو بھی شریک فرمائے جن کی خصوصی دعاؤں اور محنتوں نے آج مجھے اس مقام پر پہنچایا کہ میں اس کتاب کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پا سکا۔

محمد یوسف نعیم

امم۔ اے (تاریخ اسلام و اسلامیات)

جامعہ کراچی۔ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُقْتَدِّمَةٌ

انسانی زندگی ثبات و روانی سے مرکب ہے جس طرح ایک دریافت ثابت زمین اور رواں پانی کے مجموعے کو کہتے ہیں اسی طرح انسان کی زندگی کو بہتر سے بہتر کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اصول غیر متبدل اور فروع ہر دم تازگی قبول کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔ جس طرح اگر دریا کے رواں پانی کو بند باندھ کر روک لیا جائے تو کچھ عرصہ بعد یہی شفاف پانی ایک جو ہڑکی صورت اختیار کر لیتا ہے جو کبھی پاکی و صفائی کا ذریعہ تھا اب اس کے چند چھینٹے بھی اگر کسی کے کپڑوں پر گل جائیں تو اسے دھونے بنا چکن نہیں آئے گا۔ یہی پانی کبھی دوسرا چیزوں کو صاف کرنے کا ذریعہ تھا مگر اب خود بد بدار و بد رنگ ہے اسی طرح اگر انسانی ذہن دریا کی طرح اسلام کے اصولوں کے حدود میں رواں دواں رہے تو اس میں ہر دم تازگی و طہارت آتی رہتی ہے۔ ایسے انسان کی یہ زندگی خود بھی خوشگواریوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور دوسرے بھی اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں مگر جب یہی ذہن تقسید کے بندھنوں میں محبوس و مقید ہو جائے تو پھر اس میں سے تعصّب کی ایسی بوآ نے لگتی ہے جس سے سارا ماحول تعفن زده ہو جاتا ہے۔ انبیاء کرام اپنی اقوام کو اس ماحول سے نکالنا چاہتے تھے اور قوم انہی بندھنوں میں جکڑی رہنا چاہتی تھی جسے وہ ”وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا“ (المائدہ: ۱۰۳) کا مقدس سلسلہ قرار دیتی تھیں یہ کٹکش تمام انبیاء اور ان کے اقوام کے مابین رہی۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کا بھی یہی فریضہ قرآن مجید میں بیان ہو رہا ہے کہ:

”وَيَضْعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالُ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ“ (الاعراف: ۱۵۷)

باپ، دادا، احبار و رہبان کی تقلید کی جگہ بندیوں سے یہ پیغمبر ان لوگوں کو نکال کر اسلام کی کھلی فضاء میں لاتا ہے۔ یہی اسلام قیامت تک آنے والے انسانوں کی دینی و آخری کامیابیوں و کامرانیوں کا ضمن ہے اسے چھوڑ کر اگر کوئی شخص کامیابی یا ترقی کسی اور ندھب، طریقے اور نظام میں ڈھونڈنا چاہے تو اسے حضرت و خسان کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

”وَمَنْ يَتَنَزَّلْ عَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُفْلَمْ بِمَا فَعَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ“ (آل عمران: ۸۵)

اس دین اسلام کے بارے میں کہا تھا کہ:

”هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَبْيَغُوا السُّلُولَ فَتَفَرَّقُ بِمُكْمُ عَنْ سَبِيلِهِ“

(الانعام: ۱۵۳)

کہ ”اسی شاہراہ ہدایت پر چلتے رہو جو میں لے کر آیا ہوں اسے چھوڑ کر گلڈنڈیوں پر مت چلنا ورنہ کبھی منزل نہ ملے گی۔“

آپ ﷺ نے ۲۳ سالہ زندگی میں یہی کیا کہ لوگوں کو آباؤ اجداد کی غلط رسومات و روایات سے ہٹا کر اللہ کے نازل کردہ دینِ اسلام کا پیروکار بنایا۔ تاریخ کی شہادت اس بات کے لئے کافی ہے کہ عرب جو کہ اقوام عالم میں پست ترین قوم شمار ہوتی تھی، آج بھی دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہے اور ان کی وجہ سے پھر دنیا کے دیگر جن قوموں نے اسلام کو بطور نظام زندگی اپنایا، اس پر عمل پیرا ہوئے ان کی زندگی میں بھی انقلاب آیا۔ یہ سلسلہ بڑی کامیابی سے جاری تھا اور اسلام کی برکتوں و کامیابیوں سے ایک عالم چار سو سال تک فیضیاب ہوتا رہا مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ کچھ بد نصیبوں نے پیغمبر ﷺ کی توزی ہوئی زنجیروں کو پھر سے بعد تقدس ﷺ احترام دوبارہ اپنے گلے میں ڈال دیا۔ اس فرق کے ساتھ کہ آباء و اجداد، احبار و رہبان کی جگہ انہی

وفقہا و مجتہدین نے لے لی اور ایک ایسے صاف شفاف دریا کو جس نے دنیا کی اقوام کے کردار سے متعلق ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دیا تھا، اسے مختلف نہروں بلکہ جو ہڑوں میں قید کر لیا اور ہر ایک نے اپنے بنائے ہوئے جو ہڑ میں لوگوں کو دھکیلے کو ثواب قرار دے دیا جسے قرآن نے مکمل حزبِ **بِمَا لَذِيْهِمْ فَرِحُونَ** (سورۃ الروم: ۳۲) کے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ دراز ہوتا گیا پہلے ایک پھر دو پھر تین اور پھر چار مذاہب اور اس کے بعد حشرات الارض کی طرح لا تعداد مذاہب کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوا جو تاحال جاری ہے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنے دین باطل کو چھوڑ کر اسلام کی پناہ میں آتا چاہتا ہے تو ان مذاہب کے پیروکار اسے اپنے اپنے امام و مقتداء کی تابعداری کی ترغیب دیتے ہیں۔ جو اسلام وحدت عالم کا ضامن تھا اب وہ خود تفرقہ کا شکار ہو چکا ہے۔

اسلام کی یہ حالت صرف تقليد کی وجہ سے ہے۔ تقليد کے بارے میں یوں تو بہت سی کتب تصنیف ہو چکی ہیں جنہیں پڑھ کر اکثر متلاشیان حق راہ مستقیم پر آچکے ہیں مگر پیش نظر کتاب کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ کے تحت وجود میں آئی ہے جو ایک غیر مسلم کے مسلمان ہونے اور پھر مذاہب اربجہ کے مقلدین کی کوششوں سے متعلق ہے۔ دراصل یہ ایک فتویٰ ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ ۷۱۳ھ میں کچھ جاپانی لوگ مسلمان ہونا چاہتے تھے تو وہاں مقیم ہندوستان کے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ خفی مسلک اختیار کر لیں۔ انڈونیشیا جاوا کے رہنے والے مسلمانوں نے کہا کہ آپ لوگ شافعی مسلک اپنالیں ایسے میں روی مہاجرین (مسلمان) میں سے محمد عبدالحی نے اس وقت کے مشہور عالم جناب محمد سلطان المحسوم الجددی الہمی سے سوال کیا کہ کیا مسلمانوں کے لئے چاروں مذاہب میں سے کسی مذہب کی پیروی ضروری ہے؟

اس سوال کا جواب اشیخ محمد سلطان صاحب نے شرح وبط کے ساتھ دیا ہے اور ایسا جواب ہے کہ کوئی بھی انصاف پسند شخص اس کی افادیت تسلیم کئے بنا نہیں رہ سکتا۔

کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی اور غیر عرب خصوصاً ہندوستان و پاکستان کے باشندے کے ان کی زبان عربی نہیں ان کے لئے مفید نہ تھی۔ اردو و ان طبقہ کے استفادہ اور راہ حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جناب محمد یوسف نعیم صاحب نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ محمد یوسف نعیم صاحب کراچی کے معروف تعلیمی ادارے جامعہ ستاریہ اسلامیہ گلشنِ اقبال سے درس نظامی کی تینکیل کے ساتھ کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے کرچے ہیں اور کراچی کے ایک مشہور دینی ادارے جامعۃ الاحسان میں مدرس کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں مگر دین کی تبلیغ کی تڑپ انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ تمام مصروفیات میں سے وقت نکال کر مضمون نویسی، ترجمہ و تحقیق کا کام بھی کریں لہذا یوسف صاحب یہ امور بھی بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ عربی زبان یا کسی بھی زبان کی کسی کتاب کو دوسری زبان میں منتقل کرنا موجودہ دور میں کہ ہر قسم کی ڈکشنریاں اور اترنیٹ کی سہولیات دستیاب ہیں، مشکل نہیں رہا مگر اصل کام کسی زبان سے دوسری زبان میں لانا ترجمہ کہلاتا ہے اور بعض دفعہ یہ ترجمہ مقصود اصلی کو پورا نہیں کرتا لہذا مفید کام صرف ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی ہوتا ہے جس سے فائدہ بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے۔ یوسف نعیم صاحب میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ مصنف کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی ان کی اس صلاحیت کی عکاس ہے۔ امید ہے کہ مسلمانوں کو اس سے نفع عظیم حاصل ہو گا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف، مترجم، ناشر اور تعاون کنندگان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور تقلید کی بندھنوں میں جگڑے ہوئے پیروکار ان ائمہ کو جناب محمد ﷺ کی شریعت یعنی قرآن و سنت کی طرف لانے کا سبب بنائے۔ آمين

عبد العظیم حسن زئی

استاد جامعہ ستاریہ اسلامیہ، گلشنِ اقبال
نائب مدیر پندرہ روزہ صحیفہ الحدیث، کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

موَلَفُ کے حالات زندگی

اشیخ ابو عبد الکریم وابو عبد الرحمن محمد سلطان بن اورون الموصی ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ بمقام خجده ۱۲۹ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی شمع علم سے تاریک جھرو کے روشن ہوئے تو مقامی علماء سے علمی اختلاف پیدا ہوا، جس کے باعث ۱۳۲۳ھ میں حجاز مقدس کے لئے سفر کیا۔ مختلف ملکوں اور شہروں سے ہوتے ہوئے استنبول پہنچ جو اس وقت آلی عثمان کا دارالخلافہ تھا۔ ترکی میں اہل اسلام کی دینی زبوں حالی پر آزردہ ہوئے۔ اسکندریہ، سویز ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ مکہ مکرمہ میں تین برس رہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا قصد کیا اور یہاں پر کئی علماء سے سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے وطن کی طرف مراجعت کا ارادہ کیا اور واپسی پر مصر میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی تالیفات پڑھنے کا بھی موقعہ ملا، جس کے نتیجے میں آپ اہل تقلید کے نقاد اور توحید و سنت کے پروجوس مبلغ بن گئے۔ آپ نے اپنے آبائی مدرسہ میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ علم دوستی اور حق گوئی کے نتیجے میں آپ کے گھر پر حملہ کیا گیا، آپ کے گھر کو لوٹا گیا۔ پھر آپ کے روس میں کیمونسٹوں اور طہدوں سے مناظرے ہوئے۔ تاشقند میں بھی مناظرہ ہوا۔ آپ گرفتار کر لئے گئے، آپ کو سزا نے موت ہوئی۔ آپ کسی طریقے سے قید سے فرار ہو کر چین پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۳۵۳ھ میں پھر دوبارہ حجاز مقدس پہنچے اور مکہ مکرمہ ہی کو وطن بنالیا اور دارالحدیث میں استاد

مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ساتھ وابستگی جاری رکھی۔ حیات مستعار کے آخری لمحات مکہ مکرمہ میں گزارے اور یہاں پر ہی ۱۳۸۰ھ میں عالم فانی سے اپنے ہزاروں محبین کو صدمہ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی علمی اور اصلاحی کتابوں کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دعا

اللّٰهُمَّ رَبِّ جِبْرٰائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِهْدِنَا لِمَا اخْتَلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشاءُ إِلَى صِرَاطِ

● مُسْتَقِيْمٍ ○

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار، زمینوں اور آسمانوں کے خالق، ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کو جاننے والے جس مسئلے میں تیرے بندے آپس میں اختلاف کرتے ہیں تو ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ جس مسئلے کو اب ہمارے درمیان وجہ اختلاف بنایا گیا ہے تو اس میں حق کے ساتھ ہماری راہنمائی فرم۔ بیشک جسے تو چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمادیتا ہے اے اللہ سیدنا محمد ﷺ اور ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر حمتیں نازل فرم۔

۱ مشکوٰۃ المصابیح،الجزء الاول، بتحقيق۔ محمد ناصر الدین الالباني رحمه اللہ ص ۳۸۱، ۳۸۲۔ کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقول اذا قام من اللیل۔ الفصل الاول عن عالیة رضی اللہ عنہا۔ روایہ مسلم (مترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

استفتاء

تمام تعریفات کی مستحق اللہ وحدہ لا شریک کی ذات ہے جس نے دین و ایمان جیسی نعمت سے ہمیں سرفراز فرمایا اور ہمیں اپنی کتاب ”قرآن“ کے معانی کو سمجھنے اور اپنے رسول ﷺ حن و انس کے سردار کی احادیث کو سمجھنے کی توفیق بخشی اور ہمارے لئے اس راستے پر چلنا آسان بنایا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین بحسن و خوبی چلے۔ اما بعد۔

ابو عبد الکریم و ابو عبد الرحمن محمد سلطان بن ابو عبد اللہ محمد اور وون المقصودی الجندی المکی (اللہ تعالیٰ اسے کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے) سے مشرق بعید میں نو کیو اور اوس کا شہر سے جاپانی مسلمانوں نے سوال کیا ہے کہ

[1] دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟

[2] مذہب کے کیا معنی ہیں؟

[3] کیا دین اسلام قبول کرنے والے ہر مسلمان شخص کے لئے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنا ضروری ہے؟

یعنی مسلمان ہوتے ہوئے وہ ماکی بھی ہو یا خنفی ہو یا شافعی ہو یا حنبلی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور مذہب کے بسا تھوڑے مسلک ہو یا یہ ضروری نہیں ہے؟

اس لئے کہ یہاں ایک عظیم اختلاف اس وقت روما ہوا ہے جب چند روشن خیال جاپانی باشندوں نے مشرف بر اسلام و ایمان ہونا چاہا۔ انہوں نے یہ سوال نو کیوں میں موجود مسلمانوں کی

جماعت سے کیا تو ان میں سے جن کا تعلق ہندوستان سے تھا انہوں نے کہا کہ انہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ سراج امت ہیں اور اس جماعت میں سے جن کا تعلق انڈونیشیا جاوا سے تھا انہوں نے کہا کہ انہیں شافعی مذہب کی پیروی کرنی چاہئے۔ جب جاپانیوں نے ان کی یہ بات سنی تو بڑے حیران ہوئے اور مسلمان ہوتے ہوئے مذاہب کو اختیار کرنے والا مسئلہ ان کے مسلمان ہونے میں بند اور رکاوٹ بن گیا۔

اے ہمارے استاد محترم ہم آپ سے آپ کے علم کے توسط سے اس مسئلے کے حل کی درخواست کرتے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ ہم پر حقیقت حال کو اس طرح واضح فرمائیں گے کہ ہم مطمئن ہو جائیں گے اور ہمارے سینے کھل جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہم روی مہاجرین کی طرف سے بہت بہت اجر عطا فرمائے اللہ آپ کو اور ہدایت کے تمام پیروکاروں کو سلامت رکھئے گے کیوں میں ماہ محرم ۱۳۵۷ھ میں لکھا گیا۔

محمد عبدالحیٰ قربان علی

محسن جاباک اوفلی

ایمان اور اسلام کی حقیقت کا بیان

اور اس کے جواب میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انشراح صدر کیا میں نے اسے قلم بند کیا ہے اور نیکی کرنا اور بدی سے بچنا محض اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ کی مدد سے اور وہی بھلائی اور درستگی کی توفیق دینے والا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ بہت سارے نام نہاد علماء اپنی جہالت اور کرم علمی کی بناء پر اس وہم میں بتلا ہیں کہ ہر مسلم کو ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کی طرف منسوب مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا پابند ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ ایسا کہنے والوں کی نہ صرف غلطی ہی ہے بلکہ اسلام سے عدم معرفت کا نتیجہ بھی ہے۔

چنانچہ صحیحین کی صحیح اور مشہور حدیث، حدیث جبرائیل میں آیا ہے کہ:

ان جبریل علیہ السلام یسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جوابہ - ان تشهد ان
لا اله الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و تقيم الصلوة وتؤتي الزکوة و
تصوم رمضان و تحجج البيت ان استطعت اليه سبیلا قال ما الایمان -

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تؤمن بالله و ملائکہ و کتبہ و
رسله والیوم الآخر و تومن بالقدر خیره و شره قال السائل - ما
الاحسان - فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاحسان ان تعبد

الله تعالیٰ کأنك تراه ، فان لم تكن تراه فانه يراك - ①

”جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو

① مشکوٰۃ المصایب - الجزء الاول - بتحقيق - محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ ، ص ۹ ، کتاب
الایمان - الفصل الاول - عن عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب - رواہ مسلم (مترجم)

رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تمیرا اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان ہو۔

پھر سائل نے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس انداز سے کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“

صحیحین کی ایک دوسری روایت میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال - بنی الاسلام علی خمس - شهادة
ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و اقام الصلوة و ايتاء الزکوة

وصوم رمضان و حج البيت لمن استطاع اليه سبیلا۔ ①

بنی ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

- [1] اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں
- [2] نماز قائم کرنا
- [3] زکوٰۃ ادا کرنا

① مشکوٰۃ المصایح - الجزء الاول - بتحقيق، محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ، ص۔ ۰
كتاب الإيمان - الفصل الأول - عن ابن عمر رضي الله عنه - متفق عليه (مترجم)

[4] رمضان کے روزے رکھنا

[5] اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان رجالاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال يا رسول اللہ دلني على عمل اذا عملته دخلت الجنة فقال صلی اللہ علیہ وسلم تم تشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوة وتتوتی الزکوة وتصوم رمضان فقال السائل والذی نفسی بیده لا ازيد على هذا ولا انقص منه شيئاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلح الاعرابی ان صدق ①

(رواہ البخاری وغیرہ)

نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔ اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو سائل نے کہا قسم ہے مجھے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کچھ آپ ﷺ نے مجھے بتایا ہے اس سے نہ تو کچھ کم کروں گا اور نہ ہی اس میں اضافہ کروں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر اعرابی نے سچ کہا تو کامیاب ہو گیا۔ (اس روایت کو امام بخاری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔)

شارحین حدیث نے کہا ہے کہ اس روایت میں حج کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اس وقت حج

۱ مشکوٰۃ المصابیح - الجزء الاول - بتحقيق، محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ، کتاب الایمان - الفصل الاول، ص ۱۱ - ۱۲، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ - عن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ - متفق علیہ (مترجم)

فرض ہی نہیں ہوا تھا۔

صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

بینما نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد اذ دخل رجل
عَلیِ حمل فاناخه فی المسجد ثُمَّ عَقْلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا مُحَمَّدَ وَالنَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكَبِّرٌ بَيْنَ ظَهَرَانِيهِمْ فَقَالَ هَذَا الرَّجُلُ الْأَيْضَ
الْمُتَكَبِّرُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ أَجْبَتْكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَائِلُكَ
فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُلْ عَمًا
بِدَالِكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرِبِّكَ وَرَبِّكَ مَنْ قَبْلَكَ اللَّهُ أَرْسَلَ لِلنَّاسِ كُلَّهُمْ؟
فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ انْشَدْكَ بِاللَّهِ أَلَّهِ أَمْرَكَ أَنْ تَصْلِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ
فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ؟ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ انْشَدْكَ بِاللَّهِ أَلَّهِ أَمْرَكَ أَنْ تَصُومَ
هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشَدْكَ بِاللَّهِ : أَلَّهِ أَمْرَكَ أَنْ
تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلَيْ فَقَرَائِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ آمِنْتَ بِمَا حَثَّتْ بِهِ وَإِنَّ رَسُولَ
مِنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمٍ وَإِنَّا ضَمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ أَخْوَبِنِي سَعْدَ ابْنَ بَكْرَ - ①
ہم مسجد میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اونٹ پر سوار ایک آدمی
آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو مسجد میں بٹھا دیا اور پھر اسے باندھ دیا۔

① سنن الدارمی۔ المحدث الاول۔ کتاب الطهارة۔ باب الوضو، ص ۱۷۱ - ۱۷۲ عن انس بن مالک،
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (ناشر، قدیمی کتب لحانہ کراچی) نیز یہ حدیث دیگر کتب
احادیث میں بھی موجود ہے مثلاً بخاری، مسلم، ابو داود، نسائی، ترمذی، طبرانی فی الكبير
والأوسط، مسند احمد۔ (مترجم)

اور پھر اس نے کہا تم میں محمد ﷺ کون ہیں۔ اور اس وقت نبی ﷺ ہمارے سامنے بیک لگا کر تشریف فرماتھے۔ کہنے والے نے کہا یہ سفید (گورے) آدمی ہیں جو بیک لگائے تشریف فرمائیں۔ سائل نے کہا ابن عبد المطلب؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اس آدمی (یعنی سائل) نے نبی ﷺ سے کہا۔

میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں اور سوالات کرتے وقت میرا الجہہ کچھ کرخت ہوگا آپ ناراض نہ ہونا۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔

اس نے کہا میں آپ کو آپ کے اور آپ سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

پھر سائل نے سوال کیا۔

میں اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو دن، رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

سائل نے پھر کہا میں اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کیا سال میں اس میینے (رمضان) کے روزے رکھنے کا حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

پھر اس (سائل) نے کہا میں اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ یہ صدقہ ہم میں سے مالدار لوگوں سے لے کر ہمارے غریب لوگوں میں تقسیم کریں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

اس آدمی نے کہا جو چیز (شریعت) لے کر آپ (اس دنیا میں) مبuous ہوئے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا ہوں۔

میں اپنی قوم کی طرف سے قادر بن کر آیا ہوں میں ضمام بن شعبہ ہوں اور بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

بس یہی وہ اسلام ہے جسے قبول کرنے کا حکم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا اور اس کی تبلیغ کے لئے محمد ﷺ کو (اس دنیا میں ہماری طرف) مبuous فرمایا۔

مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کی تقلید نہ تو واجب اور نہ ہی مندوب ہے:

بعض مسائل میں اہل علم (علماء) کی آراء اور اجتہادات کا نام مذاہب ہے اور علماء کی ان آراء، اجتہادات اور مفہوموں کی پیروی کو اللہ اور اس کے رسول نے کسی پر واجب نہیں کیا۔

اس لئے کہ علماء کے اجتہادات و آراء اور مسائل میں ان کی سمجھ میں غلطی اور درستگی دونوں چیزوں کا امکان اور احتمال ہے اور صحیح اور درست بات وہی ہو سکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور کئی ایسے مسائل ہیں کہ جب انہم کو ان مسائل کے بارے میں کسی دوسرے سے حق بات مل جاتی تو وہ اپنے مسئلے سے رجوع کر لیتے۔

بس اسی بنا پر جو شخص دین اسلام میں داخل ہونا چاہے اور مشرف بے ایمان و اسلام ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اسے چاہئے کہ وہ اللہ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دے۔ پانچ وقت کی نمازیں پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حجج کرے مذاہب اربعہ وغیرہ کی اتباع کسی مسلم پر نہ تو واجب ہے اور نہ ہی مندوب۔ اور نہ ہی کسی مسلم کے لئے کسی ایک مذہب کا پابند ہونا لازمی اور ضروری ہے بلکہ جو

شخص ہر سکے میں اپنے آپ کو کسی خاص مذہب کا پابند سمجھتا ہے۔ وہ متعصب، خطا کار اور انہی تقلید کا پیروکار ہے اور مذہبی فرقہ پرست ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تفرقہ بازی کو ہوادیتے والوں اور آپس میں گروہ بندیوں میں تقسیم ہو جانے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ“ (الانعام، ۱۵۹)

ترجمہ: ”بیک جن لوگوں نے اپنے دین کو تکڑے تکڑے کیا اور گروہ بندی میں بٹ گئے آپ کسی بھی چیز میں ان میں سے نہیں ہیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ -“ (الروم، ۳۲ تا ۳۱)

ترجمہ: ”اور تم ان مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ بازی پھیلائی اور خود گروہ بندیوں کا شکار ہو گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر ہی خوش ہے۔“

بس دین اسلام صرف ایک ہی دین ہے۔ اس میں کئی مذاہب اور طرق نہیں ہیں کہ جن کی اتباع ہم پر واجب اور ضروری ہو۔

گرائیک ہی راستہ ہمارے لئے واجب الاتبع ہے اور وہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فُلْ هُنْدِهِ سَبِيلٍ أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ آتَاهُ وَمَنْ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا آتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ (یوسف، ۱۰۸)

ترجمہ: ”کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف علی وجہ بصیرت دعوت دیتا ہوں اور میرے تابع دار اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

اور یہ مذاہب جن میں مقلدین علمی کی بنی پرتنازع کئے ہوئے ہیں۔ ان کی اصلاح کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَنَازَعُوا فَقَفْشُلُوا وَتَذَهَّبُ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“

(الانفال، ۴۶)

ترجمہ: ”تنازع ملت کرو گرنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا کھڑ جائیگی (تمہارا دبدبہ جاتا ہے گا) اور صبر کرو پیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب اللہ (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر اتفاق و اتحاد کر لینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”وَاعْتَصِمُوا بِحَجْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّقُوا“ (آل عمران، ۱۰۳)

ترجمہ: ”تم سب اللہ کی رسی“ قرآن ”کو مضبوطی سے پکڑ لو اور گروہ بندی کا شکار مت بنو۔“

دین اسلام کی بنیاد صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے:

یہی وہ سچا دین ہے جس کی اصل اور بنیاد کتاب و سنت ہے اور مسلمانوں کے لئے (آپس میں کسی مسئلے میں اختلاف ہو جانے کی صورت میں) یہ دونوں چیزیں مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اور جس نے اپنے تنازع اور اختلاف کو مٹانے کے لئے ان دونوں کے علاوہ کسی تیسری چیز کی

طرف رجوع کیا وہ مومن نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَخَّرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوَا

فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (النساء، ۶۵)

ترجمہ: ”(اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم اس وقت تک لوگ مومن نہیں ہو

سکتے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں پھر ان کے جھگڑوں کا جو آپ فیصلہ کریں اسی فیصلے کو اس طرح مانیں کہ ان کے دلوں میں کسی بھی قسم کی تنگی یا کجروی باتی نہ رہ جائے۔“

امہ میں سے کسی ایک امام نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری اتباع کرو۔ بلکہ انہوں نے تو یہ کہا تھا کہ شریعت کے مسائل جہاں سے ہم نے اخذ کئے ہیں وہاں سے تم بھی اخذ کرو۔ اس کے باوجود بہت ساری ایسی باتیں ان کے مذاہب کی طرف بعد میں منسوب کردی گئیں جو ان کے مذاہب میں نہیں تھیں۔

اور پھر ان باتوں میں بھی بہت غلطیاں اور کئی ایسے فرضی مسائل ہیں کہ اگر ائمہ میں سے کسی بھی ایک امام کو ان باتوں (مسئلوں) کا علم ہو جائے جو ان کے مذاہب کی طرف منسوب کردی گئی ہیں تو یقیناً وہ بھی ایسے مسائل اور حنفی لوگوں نے انہیں ائمہ کی طرف منسوب کیا ان سے لائقی اور بیزاری کا اظہار کر دیں۔

اور ہر وہ شخص جس نے علم دین کو ائمہ سلف سے حاصل کیا نہ صرف یہ کہ اس نے بلکہ خود ائمہ نے بھی کتاب و سنت سے مسائل کو اخذ کیا ہے بلکہ لوگوں کو بھی ان دونوں (یعنی کتاب و سنت) سے مسائل اخذ کرنے میں رغبت دلاتی ہے۔

چیسا کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سفیان ثوری، ابن عینیہ، حسن بصری، ابو یوسف یعقوب القاضی، محمد بن حسن الشیعیانی، عبد الرحمن الاوزاعی، عبد اللہ بن مبارک، امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ سے ثابت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک دین میں بدعت اور غیر معصوم شخص کی تقلید سے احتراز اور احتساب کرنے کے لئے کہتا تھا اور معصوم صرف رسول اللہ ﷺ کی کی ذات ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی ہو معصوم نہیں ہے۔ اور آپ کے علاوہ ہر شخص کی بات کو جو کتاب و سنت کے موافق اور مطابق ہو اس کو قبول کیا جائے گا اور جس کی بات کتاب و سنت کے

مخالف ہو گی تو اس کو پھینک دیا جائے گا۔

جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

”کل الناس یو خذ علیہ الا صاحب هذا القبر و اشار الى قبر رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم“

ترجمہ: ”ان صاحب قبر کے علاوہ ہر شخص کی بات کو مانا بھی جا سکتا ہے اور ٹھکرایا بھی جا سکتا ہے۔ مگر ان کی کسی بات کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔“

اور یہی راہ محققین اور ائمہ اربعہ وغیرہ نے اختیار کی اور ان میں سے ہر ایک جامد تقیید سے احتراز کرتا تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر جامد مقلدین کی نہ موت فرمائی ہے۔

بہت سے پہلے اور بعد والے لوگ اپنے علماء، پیروں، مشائخ اور آباء اجداد کی تقیید کی وجہ سے مکر ہوئے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحم اللہ علیہم وغیرہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ”لا یحل لاحد ان یفتی بکلامنا او یاخذ بقولنا مالم یعرف من این اخذنا“
”کسی شخص کو ہمارے قول یا کلام پر فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے اسے کہاں سے اخذ کیا ہے۔“

اور ان میں سے ہر ایک نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ:

”اذا صبح الحديث فهو مذهبی“

”جب صحیح حدیث ہو تو وہی میرا مذهب ہے۔“ اور انہوں نے مزید کہا کہ:

”اذا اقلت قولًا فاعرضوه على كتاب الله و سنة رسوله فاك و افقهما“

فاقبلوہ وما خالفہما فردوہ ، واضربو بقولی عرض الحالط ”

”جب میں کوئی بات کروں (یعنی کوئی مسئلہ بتاؤں) تو اے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر پیش کرو اگر میری بات ان دونوں کی مطابقت کرتے تو اے پلے باندھ لو اور اگر دونوں کے مخالف ہو تو اے رد کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔“ اور یہ تو ان ائمہ کا قول ہے (اللہ انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے)۔

لیکن افسوس صد افسوس ہے ان متاخرین، مقلدین اور مؤلفین پر جنہوں نے علماء مجتہدین کو معصوم ثابت کرنے کے لئے دفتر کے دفتر سیاہ کر دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں پر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید اور ان کے مشہور مذاہب کی تقلید کو لازم قرار دیا ہے۔

پھر انہوں نے یہیں تک انتہائیں کی بلکہ امام کے غیر کے قول کو لینے اور اس پر عمل کرنے سے اتنا ذرا یا گویا کہ امام نبی، رسول یا مطاع ہے۔

کاش کہ مقلدین خود ہی ائمہ کے قول پر عمل کر لیتے۔ مگر تم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ان میں سے بھی اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے نام سے تو واقع ہیں مگر قول سے وہ بھی واقع نہیں ہیں۔ بعض متاخرین نے کچھ مسائل خود بنا کر انہیں ائمہ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ بعد میں آنے والا یہ سمجھے کہ یہ امام کا قول یا مذہب ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جو چیز امام کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ اس سے بری الذمہ ہے۔

جیسا کہ بعض متاخرین احتفاف نے نماز کی حالت میں تشدید کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کو حرام قرار دیا ہے۔ یا اللہ کے ہاتھ سے مراد اللہ کی قدرت لی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ان کا ہر جگہ

پڑات کے اعتبار سے موجود سمجھنا اور مستقل طور پر عرش پر موجود نہ سمجھنا۔ ①

اور اس جیسی اور کئی مثالیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی جمیعت اور اتحاد کو پارہ کر دیا ہے

① جس کا یہ اتحاد ہوا در تحریر کے باوجود وہ اس پر اصرار کرے تو وہ دین اسلام سے خارج ہے۔ (الحیاۃ باللہ) (مؤلف)

اور جس کے نتیجے میں عالم اسلام نفاق اور بد بخشی کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا ہے۔

بعض نے بعض کو بعدت کہا اور ایک جماعت نے دوسری جماعت میں ادنیٰ سی چیز کو دیکھ کر اسے گمراہ قرار دے دیا یہاں تک کہ بعض نے بعض کو کافر تک قرار دے دیا ہے اور بعض نے بعض کی گرد نیں اڑائیں۔

اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی مثال بنے جس میں سیدنا محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

”ستفترق امتی ثلاثا و سبعین فرقہ کلھا فی النار الا واحدة، قيل من

هم يا رسول الله؟ قال الذين على ما انا عليه واصحابي“ ①

یعنی ”عقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب فرقے جہنم کی آگ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کونا فرقہ ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے پر عمل کرے گا۔“

متاخرین نے دین کو بدلنا اور اس میں اس حد تک تبدیلیاں کیں کہ انہوں نے تقلید کو لازم قرار دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گروہ بندیوں کا شکار ہو گئے؛ اللہ کی قسم مسلمان جب تک کامل مسلمان تھے اور اسلام میں بچے تھے اور خلفاء راشدین اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح دین کے علمبردار رہے تب تک اللہ کی تائید و نصرت ان کے شامل حال رہی اور ملکوں اور شہروں میں فتحیں کی حیثیت سے داخل ہوتے رہے مگر جب

① مکملة المصانع،الجزء الاول،تحقیق محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ،ص ۶۱۔ کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ الفصل الثاني۔ عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ رواه الترمذی۔ البانی رحمہ اللہ نے کہا اس کی سند میں عبد الرحمن بن زیاد الافریقی نامی راوی ضعیف ہے۔ نیز یہ حدیث منداحمد اور سخن ای داؤد میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے مگر ان دونوں کتب میں حدیث کی سند سمجھ ہے۔ (متترجم)

مسلمانوں میں تبدیلیاں آنے لگیں اور انہوں نے اپنے رب کے حکم سے منہ موڑنا شروع کیا تو اللہ نے بھی نعمتوں کے نزول کے رخ کو موڑ دیا۔

جس کا نتیجہ یہ تکلا کہ اسلامی حکومتوں کی طرف غیروں کے ہاتھ بڑھنے لگے اور مسئلہ اتنی سخت صورت حال اختیار کر گیا کہ مسلمانوں کو خلافت سے ہاتھ دھونے پڑے جیسا کہ بہت سی آیات اس بات پر شاہد ہیں۔

کسی خاص مذہب کو اختیار کر لینا اور پھر اس میں بھی مذہبی عصیت سے کام لینا یہ سب وہ امور ہیں۔ جو تیرے دور ”تابعین کے دور“ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس میں کسی شک و شبہ کی بات نہیں کہ ”بدعت“ ہروہ نئی چیز ہے جسے اعتقاد کے ساتھ ثواب کی نیت سے کیا جائے اور وہ گمراہی اور ضلالت ہے اور سلف صالحین کتاب و سنت سے جو چیز ثابت ہوتی تھی اس پر عمل کرتے اور جس چیز پر امت (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا اجماع ہوتا اس پر عمل کرتے۔

وہ مسلمان تھے ان پر اللہ کی رحمت ہو، اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کر دے، اللہ ہمارا حشر بھی ان کے ساتھ کر دے اور ان کی فہرست میں ہمارا نام بھی شامل فرمائے۔

جب مذہب کی اشاعت ہوئی۔ اس وقت اختلاف، انتشار اور افتراق نے بھی جنم لیا۔ ایک اہل مذہب نے دوسرے اہل مذہب کی تحلیل کی اور اسے گراہ قرار دیا۔ یہاں تک کہ حفیوں نے شافعیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے فتوے جاری کئے۔

اے قارئین کرام ب-

اگر تم کہو کہ چاروں مذہبوں کے پیروکار اہلسنت ہیں۔ تو یہ بات درست نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے اعمال ان کے اقوال کی تکذیب کرتے ہیں مثلاً مسجد حرام ”بیت اللہ“ میں چار مصلیے ہوئے اور متعدد جماعتیں ہوئیں اور ان اہل مذاہب کا عالم اور حالت یہ تھی کہ کوئی اہل مذہب دوسرے

اہل مذہب کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہ کرتا تھا۔ اگر ایک اہل مذہب کی جماعت ہو رہی ہوتی تھی تو دوسرا اہل مذہب اپنے مذہب کی جماعت کا انتظار کرتا تھا۔

اور اس جیسی بدعت کی اور بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ جس سے ابلیس نے اپنے مقاصد حاصل کئے اور وہ مقاصد امت مسلمہ میں تفرقی اور ان کی جمیعت میں انتشار پیدا کرنا تھا ”اللہ ہمیں اس چیز سے بچائے۔“

کیا کسی انسان سے مرنے کے بعد قبر میں کسی امام کے مذہب پر عمل کرنے کے بارے میں سوال ہو گا؟

اے منصف اور عقائد مسلم! میں اللہ کا واسطہ دے کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ انسان جب مر جاتا ہے کیا اس سے اس کی قبر میں یا قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں امام کے مذہب کو کیوں نہ اختیار کیا؟ یا تو فلاں امام کے مذہب پر کیوں نہ چلا؟ یا تو نے فلاں کے طریقے کو کیوں نہ اپنایا؟ اللہ کی قسم حقیقت میں تجھ سے اس بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ تجھ سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے میرے فلاں کے مذہب کو اپنے اوپر لازم کیوں کر لیا؟ یا فلاں طریقے پر تو کیوں چلا؟ اس لئے کہ یہ علماء اور راہبوں کو رب ہنانے والی بات ہے اور اس لئے یہ مخصوص مذاہب اور مشہور طرق دین میں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہوتی

① چوتھی صدی میں تھیں تکلیفی مذاہب پیدا ہوئے پھر ان کی آہمیت میں سر پھول شروع ہوئی۔ احتجاف اور شوافع کا اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۲۵ھ میں سورا قاہرہ میں چاروں مذہبوں کے چار قاضی مقرر کئے گئے۔ شافعی، مالکی، حنفی، حنبلی، ختنی اس کے بعد سلطان فرج بن برقوق نے جواہر ملوک چہ اکسے کہا جاتا ہے۔ نویں صدی کے شروع میں بیت اللہ کے اندر چار مسٹے بنا دیے۔ حالت یہ ہو گئی کہ ایک امام جماعت کراہ ہے تو تن مصلوں پر نمازی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نمازوں پر مٹتے۔ آؤ۔ اور اکٹھوامائے الرائجین کے اتحاد کو تقدیمی مذاہب نے پارہ پارہ کر دیا۔ سلطان ابن سعود کی قبر کو اللہ نور سے بھرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے والی کنجاز بنا لیا تو اس نے ۱۳۲۳ھ میں بیت اللہ سے اس بدعت کو مانا دیا اور اب ایک ہی مسئلے پر نماز ہوتی ہے۔

(سمیلی رسول۔ مؤلف۔ مولانا محمد صادق سیالکوئی رحمہ اللہ۔ بیت اللہ میں چار مسٹے۔ ص ۲۱۲۔ ۲۱۳) (مترجم)

۔۔۔

اے انسان تجھ سے ان چیزوں کے بارے میں سوال ہو گا جن کو اللہ نے تجوہ پر واجب کیا ہے مثلاً اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور پھر اس کے مطابق عمل کرنا اور تجوہ پر واجب شدہ چیزوں میں سے مخصوص مذہب کا پابند ہونا یا ایرہ وغیرہ کے طریقے پر چلانہیں ہے۔

تجھ پر واجب شدہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر تجھے کسی مسئلے کے بارے میں علم نہیں تھا تو تم نے علماء سے کتاب و سنت کے حوالے سے وہ مسئلہ کیوں نہ پوچھا جان بوجوہ کر جا لیں کیوں بنے رہے؟

بس یہی وہ دین اسلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ اے مسلم! اپنے دین کی طرف لوٹ آ۔

اور وہ بظاہر کتاب و سنت پر اور اس چیز پر عمل کرنا ہے جس پر امت کے اسلاف اور نیکوکار ائمہ کا اجماع ہو۔ بس اسی میں ہی تیری نجات اور سعادتمندی ہے۔

بس تو ایک ایسا موحد مسلم بن جا کہ نہ تو تو غیر اللہ کی عبادت کرے اور نہ ہی غیر اللہ سے امیدیں باندھے اور نہ ہی تجھے غیر اللہ سے خوف آئے۔

اور تو ہر مسلم کا بھائی بن جاتوان کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور تیرے لئے وہی کافی ہے جسے امام ترمذی نے اپنی شن میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں (یعنی عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ

ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز کے بعد ایک ایسا وعظ سنایا کہ ہماری آنکھوں سے آنسو بہر پڑے۔ اور دل پکھل گئے ایک کہنے والے نے کہا یہ وعظ تو ایسا تھا جیسے کسی

پر دلیں میں جانے والے نے کیا ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”میں تمہیں اللہ کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنے اور اگر ایک جبھی غلام تمہارا امیر بنادیا جائے تو اس کی بات کو سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا اور تم بدعاں سے بچنا کیونکہ یہ ضلالت اور گمراہی ہیں۔ پس تم میں سے جو کوئی یہ دور پالے وہ اپنے اوپر میری اور میرے ہدایت یا فتنہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کر لے اور اس پر پوری کوشش سے عمل پیرا ہو جائے۔“

”امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی طرح کی حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے۔“
اگر معاملہ یونہی ہو تو پھر ہر شخص کو جامہ تقليید سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ہر مسئلہ میں کسی ایک مخصوص مذہب کی تقليید بہت ساری صحیح احادیث کے خلاف عمل کرنے کا باعث اور سبب بن سکتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ گمراہی ہے۔ اسی لئے بہت سے احتجاف محققین وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ:

”انہ لا یلزم تقلید مذهب بعینه“

”کسی مخصوص مذہب کی تقليید بعینہ لازمی نہیں ہے۔“

جیسا کہ کمال ابن الہام کی ”آخری“ اور ابن عابدین شامی کی ”رد المحتار“ کے اوائل میں ہے اور کسی خاص مذہب کو اختیار کر لینے کے بارے میں جو قول ہے وہ ضعیف ہے۔

کسی خاص مذہب کو لازم قرار دینے والا قول حقیقت میں سیاست پرمنی ہے:

”معصومی ایک کمزور سے بندے نے کہا ہے:

کسی خاص مذہب کو لازم کر لینا سیاسی تقاضوں اور نفسانی اغراض و مقاصد پرمنی ہے۔ جیسا

کہ کسی عقائد تاریخ سے باخبر شخص پر مخفی نہیں ہے اور واجب تو صرف یہ ہے کہ انسان حق کی پہچان کرے اور پھر اسکے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے۔

یہ بات یاد رکھئے کہ ایسا نہ ہب جو برحق ہے، جس کی طرف جانا اور اس کی اتباع کرنا واجب ہے وہ صرف اور صرف سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا مذہب ہے، اور وہی ایک ایسے امام اعظم ہیں جو واجب الاتباع ہیں اور پھر آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے اور ان میں سے ہر ایک نے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی اتباع کا حکم دیا ہے۔ بس ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کافی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا أَنْتُمُ الرَّسُولُ فَخُزُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَاتَّهُوا“ (الحشر، ۷)

یعنی ”اور جو رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عَلَيْكُمْ بِسْتِي وَسْنَةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ“ ①

یعنی ”تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کرلو۔“

اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ائمہ میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ میرے قول کو لو یا میرے مذہب کے پابند ہو جاؤ۔

بلکہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہ بات نہیں کہی بلکہ انہوں نے ایسا کرنے سے روکا ہے۔ اگر حقیقت میں بات ایسے ہی ہے تو پھر یہ مذاہب کہاں سے آگئے؟ اور مسلمانوں کے ذمے ان کی اشاعت لازم کیسے ہو گئی؟

غور و فکر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان مذاہب کی اشاعت خیر القرون کے بعد ہوئی ہے اور ان مذاہب کی اشاعت لازم قرار دینے والے غاصب اور ظالم امراء، جاہل حکام اور گمراہ علماء ہیں۔

① مکملۃ، الاول، کتاب الایمان، افضل الائیمان، ۵۸، رواہ الترمذی (مترجم)

رسالہ ”الانصار“ میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیق کہ مذہب بدعت ہے: شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے رسالے ”الانصار“ میں کہا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں نہ تو مذہب تھا اور نہ ہی لوگ کسی مذہب کی تقلید سے واقف تھے اور یہی حال اسلاف کا تھا وہ بھی صرف اور صرف صاحب شریعت محمد ﷺ، ہی کی پیروی کیا کرتے تھے۔

اور اس بات پر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین تبع تابعین اور سلف صالحین کا اجماع ہے کہ کوئی انسان خاص طور پر (انہم میں سے) کسی ایک کے قول پر عمل نہ کرے بلکہ جو امام ابو حنیفہ کے تمام اقوال کو لے یا امام مالک کے اقوال یا امام شافعی کے تمام اقوال یا امام احمد رحم اللہ علیہم وغیرہ کے تمام اقوال لے اور کتاب و سنت میں موجود چیز پر اعتقاد نہ کرے تو گویا اس نے اجماع امت کی مخالفت کی اور اس نے مومنین کے راستے کو چھوڑ کر غیروں کے راستے کو اپنایا۔ ”اللہ ہمیں ایسے راستے پر چلنے سے بچائے۔“

بس اسی لئے سب فقهاء نے اپنی اور اپنے علاوہ دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے اور فقهاء کی اس بات میں مخالفت بھی انہوں نے ہی کی جو ان کے مقلد ہونے کے دعویدار ہیں۔

جیسا کہ امام العز بن عبد السلام نے اپنی کتاب ”قواعد الاحکام فی مصالح الانام“ میں اور اشیخ صالح الفلانی نے اپنی کتاب ”ایقاظ همم اولی الابصار“ میں لکھا ہے:

”تعجب ہے ان مقلدین پر جو ان بدعت مذاہب کے مقلد ہیں اور ان مذاہب کی وجہ سے وہ دوسروں سے تعصب کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دلیل سے بعد کے باوجود اس بات کی پیروی کرتا ہے جو اس کے مذہب کی طرف منسوب ہوتی ہے اور اس (مقلد) کا اپنے امام کے بارے میں یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ گویا اس کا امام نبی مرسل ہے۔“

اور اسی کو کہتے ہیں حق کو سمجھنے کے بعد اسے چھوڑ دینا۔

ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مقلدین کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کے امام سے غلطی کا سرزد ہونا ناممکن بات ہے اور ان کے امام نے جو بھی کہا ہے وہ صحیح ہے اور ان کے دل میں یہ بات بٹھائی جا چکی ہے کہ وہ اپنے امام کی تقلید کرنا نہ چھوڑیں۔ اگرچہ ان کے امام کے مذہب کی طرف منسوب بات دلیل (یعنی کتاب و سنت) کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

بس یہ وہی طبقہ ہے جس کے بارے میں ترمذی وغیرہ میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے انہوں نے کہا:

”سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقراء“

اتخذوا احبارهم و رهبانہم اربابا من دون الله ، فقلت يا رسول الله
انہم ما کانو یعبد و نہم : فقال صلی اللہ علیہ وسلم : انہم اذا احلوا
لهم شيئاً استحلوا ، و اذا حرموا عليهم شيئاً حرموا فذلك عبادتهم !!“

یعنی ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت ”اتخذوا احبارهم و رهبانہم اربابا من دون الله“، یعنی ”انہوں نے اللہ کے سواب پنے علماء کو اور روسیوں کو رب بنا لیا“ پڑھتے ہوئے ساتو میں نے عرض کی ”اے اللہ کے رسول! وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے ہیں تو وہ اسے حلال سمجھتے ہیں اور جب وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو وہ اسے حرام سمجھتے ہیں بس یہی ان کی عبادت ہے۔“

جو رسول اللہ ﷺ کے غیر کے لئے تعصب کرے وہ گمراہ اور جاہل ہے:

اے مسلمانو! جب کسی آدمی کے مذہب کی تقلید کر رہے ہوں ایسے وقت میں ہم تک ایسے معصوم رسول کی حدیث پہنچ جائے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے اور پھر حدیث رسول

کو چھوڑ دیں اور اسی آدمی کے مذہب کی پیروی کرتے رہیں تو اس وقت ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا؟ اور قیامت کے دن رپت کائنات کے پاس ہمارا اعذر کیا ہو گا؟

بس جو شخص رسول اللہ ﷺ کے غیر کے لئے تعصب کرے اور خیال کرے کہ اسی کا قول ہی بہتر ہے جس کی اتباع کو اس نے اپنے لئے ضروری سمجھا ہے تو وہ جاہل اور گمراہ ہے بلکہ بھی وہ غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اس کے لئے بہتر ہے ورنہ اس کی سزا قاتل ہے۔ کیونکہ جب اس کا یہ اعتقد ہو گیا کہ ائمہ میں سے کسی ایک کی اتباع کرنا لوگوں پر واجب ہے تو اس نے امام کو نبی ﷺ کے درجے پر لاکھڑا کیا اور یہی انکار رسالت ہے۔

اور اس قول کا مقصد جس میں زید اور عمرو کی تخصیص کئے بغیر ہر عام آدمی پر کسی ایک امام کی تقیید کو واجب بتایا گیا ہے دائرہ کے ساتھ انہی محبت کا متجہ ہے۔

تو یہ دو صورتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں یا تو وہ ائمہ سے محبت کرتے ہوئے ایسا کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی تقیید صرف اسی بات میں کرتا ہے جو سنت کے مطابق ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں اور یا ائمہ میں سے کسی ایک کی تقیید تعصب کرتے ہوئے کرتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک سے تو محبت کرے اور باقی سب سے تعصب رکھے۔ جیسا کہ راضی، ناصی اور خارجی کرتے ہیں۔ بس یہ بدعتیوں اور نفسانی خواہشات کے پچاریوں کی راہیں ہیں۔ جن کی کتاب و سنت اور اجماع نے نہ مدت کی ہے اور ان کو دین حق سے خارج کر دیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ محرریہ میں لکھا ہے:

”جب کوئی شخص امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی یا امام احمد رحم اللہ علیہم میں سے کسی ایک کا پیروکار ہو اور وہ بعض مسائل میں اپنے امام کے غیر کے مذہب کو زیادہ قوی سمجھ کر اس کی اتباع

کرے تو یہ طریقہ بہتر ہے اور بیلا اختلاف اس کے دین اور عدالت میں کسی قسم کی کوئی تباہت نہیں ہے۔ بلکہ یہ طریقہ حق کے زیادہ تقریب ہے اور اللہ اور اس کے رسول کو اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جو انہیں میں سے ایک سے توجیہ کرے اور دوسروں سے تعصُّب کرے۔ جیسے کوئی شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لئے تعصُّب کرتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس ایک مخصوص امام ہی کی بات اس امام سے بہتر ہے جس کا قول اس کے امام کے قول کے خلاف ہے۔“

بس جو شخص ایسا کرے وہ نہ صرف جاہل ہے بلکہ کبھی وہ دائرۃِ اسلام سے خارج بھی ہو سکتا ہے۔ (اللہ اس چیز سے ہمیں محفوظ رکھے)

اقناع اور اس کی شرح میں ہے:

”کسی ایک مذہب کے ساتھ چھٹ جانا اور اس کے علاوہ دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کو ناممکن سمجھنا غیر مشہور ہے، جبکہ رنہ تو کسی خاص مذہب کو لازمی طور پر اختیار کر لینے کو واجب کیا ہے اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں کسی کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے۔“
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی پر ہر حالت میں اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب ”القضاء من الانصاف“ میں کہا ہے:

”جو شخص کسی امام کی تقلید کو واجب قرار دے اس کو توبہ کے لئے کہا جائے اور اس کی اصلاح کی جائے اور اگر وہ تائب نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے۔“

اس لئے کہ تقلید کو واجب قرار دینا شریعت سازی میں اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ جو کہ خصائص ربویت میں سے ہے۔

امام ابن الحمام کی تحقیق کسی مخصوص مذہب کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے:

کمال بن الحمام نے ”التحریر و التقریر“ میں فقہ حنفی کے اصول کے تحت لکھا ہے:

”صحیح بات یہ ہے کہ کسی مخصوص مذہب کو اپنے لئے لازم قرار دیا جائے۔ واجب اور ضروری صرف وہی چیز ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہو۔“

اللہ اور اس کے رسول نے لوگوں میں سے کسی ایک پربھی ائمہ میں سے کسی ایک امام کے مذہب کو واجب نہیں کیا کہ وہ اپنے دین کے ہر مسئلے میں اپنے امام کی تقلید کرے۔ اور جو مسئلہ اس کے امام کے علاوہ کسی اور سے آئے اسے چھوڑ دے اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی خاص شافعی ہوں۔ حالانکہ اسے اپنے امام کے طریقہ کا علم نہیں ہوتا۔ تو خالی کہہ ہی دینے سے وہ مقلد تو نہیں ہو جائے گا۔

جیسا کہ اگر کوئی فقیہ یا کاتب تو نہیں ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میں فقیہ ہوں یا میں کاتب ہوں تو اس کے کہہ دینے سے وہ فقیہ یا کاتب تو نہیں ہو جائے گا۔

کسی مقلد کا محض کہہ دینے سے کہ وہ اپنے امام کا مقلد ہے۔ دعویٰ درست تسلیم نہیں کر لیا جائے گا جبکہ اس کے سیرت و کردار میں اپنے امام کی کوئی چیز بھی نہ پائی جاتی ہو۔ غور کیجئے خالی دعوے سے نسبت صحیح کیسے ہو سکتی ہے۔

”ایقاظ هم اولی الابصار“ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مقلداً و تبع میں فرق یہ ہے کہ مقلد = کوئی مسئلہ پوچھتے وقت اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہیں پوچھتا۔ وہ صرف اور صرف اس مسئلے میں اپنے امام کا مذہب پوچھتا ہے۔ اگرچہ اس پر بات واضح ہی کیوں نہ ہو جائے کہ اس کے امام کا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہے۔ اس کے باوجود وہ کتاب و سنت کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

تابع = وہ ہوتا ہے جو کوئی مسئلہ پوچھتے وقت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا سوال کرتا ہے

اور وہ اس مسئلے میں کسی امام کے مذهب کی بات یا رائے کو پوچھنا گوارہ نہیں کرتا۔

اور اگر اسے کوئی مسئلہ درپیش ہو تو وہ مسئلہ پوچھنے میں کسی عالم کی تخصیص نہیں کرتا۔ اسے جو بھی عالم جائے اسی سے ہی وہ مسئلہ پوچھ لیتا ہے اور مسئلہ پوچھتے وقت وہ دوسرے عالم کے مقابلے میں پہلے عالم کی رائے کی عبادت اور پوچھنیں کرتا بلکہ وہ دوسرے عالم کی رائے کو بھی سننے کی ہمت اور قوت برداشت رکھتا ہے۔ بس یہی وہ فرق ہے اس تقلید کے مابین جس پر متاخرین ہیں اور اس اتباع کے مابین جس پر سلف صالحین حرحم اللہ تعالیٰ تھے۔

شریعت میں تقلید کا معنی:

شریعت میں تقلید کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کی بات کو جدت شرعیہ کے بغیر تسلیم کر لے اور شریعت میں ایسا کرنا منع ہے۔

اتباع:

اتباع یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کی بات کو جدت شرعیہ (یعنی کتاب و سنت سے دلیل) پر مان لے۔ اللہ کے دین کے معاملے میں کسی کی تقلید کرنا درست اور صحیح نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس اتباع لازم ہے۔ جبکہ ایک عام مقلد (مسئلہ پوچھتے وقت) مفتی کے قول میں خطاء اور غلطی کے احتمال ہونے کے باوجود دادے اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے۔

وہ اپنے لئے حدیث نبوی ﷺ کو لازم اور خاص کر لینے میں بچکا ہٹ محسوس کیوں کرتا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ سنت رسول ﷺ سے صحیح ثابت ہو جائے تو مقلد یہ بات کہہ کر سنت رسول ﷺ کوٹا لئے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر یہ سنت رسول ﷺ ہے تو اس پر فلاں فلاں امام نے کیوں عمل نہ کیا گویا کہ سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کے لئے ائمہ کے اعمال شرط ہیں اور سنت رسول ﷺ سے منہ پھیر لینے کا یہ انداز انتہائی بدترین ہے۔

اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ جنت قائم فرمادی تاکہ حدیث پر عمل کرنے والے کے لئے کسی قسم کی غلطی کا احتمال تک بھی پیدا نہ ہو سکے۔ جس شخص میں حدیث کو سمجھنے کی اہمیت نہ ہوا سے چاہئے کہ وہ اہل علم سے پوچھئے چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

”فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (النحل، ۴۳)

یعنی ”اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔“

اور جب کسی فتویٰ مانگنے والے کا اعتماد مفتی کی لکھی ہوئی بات یا اپنے شیخ کی بات پر ہو۔

اور دوسرا طرف وہ شخص ہو جس نے رسول اللہ ﷺ کا کلام (حدیث) کو ثقہ راویوں کے

ذریعے سے لکھا ہو۔

تو یہ دوسرا شخص اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی بات پر اعتماد کیا جائے اور جب اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ اس نے حدیث کو نہیں سمجھا۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے مفتی کے فتوے کو نہیں سمجھا اور جس طرح وہ مفتی کے فتوے کو سمجھنے کے لئے اس شخص سے سوال کرتا ہے جو اس فتوے کے معنی جانتا ہے بس اسی طرح اس حدیث کو سمجھنے کے لئے اس شخص سے سوال کرنا چاہئے جو حدیث کے معانی جانتا ہو۔

اور علماء نے کہا ہے کہ اجتہاد اور قیاس پر خبر کو فوقيت حاصل ہے اور حدیث پر عمل کرنا رائے پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

علامہ ابن نجیم نے ”بخاری“ میں لکھا ہے:

”صریح نص پر عمل کرنا قیاس پر عمل کرنے سے بہتر ہے اور اگر ظاہر حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا ہر امام کا مذہب ہے اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

تعالیٰ فتویٰ دیتے وقت کہا کرتے تھے:

”هذا ما قدرنا عليه في العلم فمن وجد او ضعف منه فهو اولى بالصواب“

یعنی ”ہم نے اپنے علم کے مطابق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا اب جو کوئی اس سے زیادہ واضح پائے تو زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس بات کو پلے باندھ لے۔“

اور اسی طرح ہی امام الشیرازی نے ”تنبیہ المفترین“ میں بھی نقل کیا ہے علی القاری حنفی نے کہا:

”لا يحبب على أحد من هذه الامة ان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا

او حنبليا ! بل يحبب على احادي الناس اذ لم يكن عالما ان يسأل واحدا

من اهل الذکر و الائمه الاربعة من اهل الذکر“

یعنی ”اس امت میں سے کسی ایک فرد پر حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلي ہونا واجب

نہیں ہے بلکہ اس امت کے ہر عام آدمی پر واجب ہے کہ وہ کسی بھی اہل علم

سے مسئلہ پوچھنے کی غرض سے سوال کر سکتا ہے اور ائمہ اربعہ کا شمار اہل الذکر

یعنی ”اہل علم“ میں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک عام آدمی کے بارے میں اس بناء پر

ہے کہ وہ نہ تو کسی مخصوص مذہب کی پابندی کرے اور نہ ہی کسی مخصوص عالم کی

پیروی کرے اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مفتی سے دلیل کا

۱ مطالبة کرے اور اسی لئے کہا گیا ہے جس نے کسی عالم کی پیروی کی وہ اللہ سے

صحیح سلامت حالت میں ملاقات کرے گا اور ہر مکلف کو سید الانبیاء سید نا محمد

علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

۱ اور یہ ایک عام آدمی کے بارے میں اس بناء پر ہے کہ وہ نہ تو کسی مخصوص مذہب کی پابندی کرے اور نہ ہی کسی مخصوص عالم کی پیروی کرے اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مفتی سے اسی طرح ہی دلیل کا مطالبة کرے جیسے کوئی مال کا لکھن وصول کرنے والا لکھن کا مطالبة کرتا ہے۔ (مؤلف)

اتباع اور پیروی کے لاٹ امام صرف نبی ﷺ ہی ہیں:

علامہ عبدالحق دہلوی نے ”صراط مستقیم“ کی شرح میں کہا ہے اتابع اور پیروی کے لاٹ امام صرف نبی ﷺ ہی ہیں۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کسی تابع داری غیر معقول اور نامناسب ہے۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر سلف صالحین عمل کرتے رہے۔
”اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کر دے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا تھا:

”اجمع المسلمين على ان من استبان له سنة رسول الله ﷺ لم يحل له ان يدعها لقول احد !!“

یعنی ”مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص پر سنت رسول ﷺ واضح ہو جائے تو اس کے لئے یہ جائز اور حلال نہیں ہے کہ وہ کسی امام کے قول کی خاطر سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دے۔

اور بیشک اہل حق وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اثر (یعنی حدیث) کو اپنے لئے کافی سمجھا اور آپ ﷺ کے عمل اور حکم کے مطابق عمل کیا اور اگر وہ اپنے لئے راستوں کو تقسیم کر لیتے تو تيقیناً وہ ادھر ادھر ہو کر راہ راست سے بھٹک جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

بلکہ وہ آپ ﷺ کے اس جہان فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتابع کرتے رہے چنانچہ فرمان الہی ہے:

”فَإِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ“ (آل عمران: ۳۱)

”آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتابع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔“ ایک اور مقام پر فرمایا:

”وَمَا أَنْكُمُ الرَّسُولُ فَعُذْوَهُ وَمَا نَهِكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ (الحشر: ۷)

یعنی ”اور جو تم کو رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔“

امت محمد یہ ﷺ میں اختلاف اور فرقہ واریت کا سبب مذاہب کی ناجائز اتباع ہے:

کسی مسئلے میں جب رسول اکرم ﷺ سے متعدد روایات مروی ہوں اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ متقدم روایت کون سی ہے اور متاخر کون سی ہے اور دونوں احادیث کے مابین تاریخ کی بھی وضاحت نہ ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اس مسئلے میں تمام روایات حاصل کر لیں تاکہ آپ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کی اتباع کر سکیں۔

اور جب آپ حدیث کی ایک نوع کو تو مانیں اور دوسرا کو مانے سے انکار کر دیں تو اس وقت آپ کو اللہ کی طرف سے آنے والے عظیم امر سے ڈر جانا چاہئے۔

اور پھر کسی مسلم کے لئے کیسے لاائق اور جائز ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ (جو شریعت الہیہ کے معاملے میں وحی الہیہ کے بغیر بولتے ہی نہیں تھے) سے ثابت شدہ مسئلے کا انکار کرے۔

اور جب لوگ بعض ائمہ کے مذہب کے پابند ہونے اور بعض ائمہ کے مذہب کو چھوڑ دینے کی آزمائش میں بٹلا ہوئے تب یہ مختلف فرقے وجود میں آئے۔ تب کسی نے کہا ہمارے زندگی یوں ہے، اور تمہارے زندگی یوں ہے ہماری کتابوں میں یوں لکھا ہے اور تمہاری کتابوں میں یوں لکھا ہے، ہمارا یہ مذہب ہے اور تمہارا یہ مذہب ہے، یہ ہمارے امام اور وہ تمہارے امام۔

ان سب باقتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے مابین تکبر، حسد اور بعض کی فضاضیدا ہو گئی۔ اور نوبت بایس جاری سید کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور مسلمان فرنگیوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئے کیا ائمہ میں سے ہر امام اہل سنت نہیں ہے؟ اور وہ ہمارا امام نہیں ہے؟ ہائے صد افسوس متعصیین

پ۔ اے اللہ! انہیں اور تمیں راہ حق پر چلنے کی ہدایت عطا فرم۔

جب تم صحیح معنوں میں مسلکے کی تحقیق کرو گے تو تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سب مذاہب مسلمانوں کی جمیعت و اتحاد میں تفریق ڈالنے کے لئے دشمنان اسلام کی طرف سے پیدا کئے گئے ہیں یا جاہل طبقے نے یہود و نصاریٰ سے مشابہت کے لئے اسلام میں فرقہ واریت کو فروغ دیا جیسا کہ یہود یوں اور عیسائیوں کی اپنے بہت سارے معاملات میں (اختلاف) کی حالت ہے۔

اور جاہل قسم کے متعصب لوگ ہر دور میں رہے ہیں مگر وہ حق و باطل کے درمیان کبھی امتیاز نہ کر سکے۔

علامہ ابن عبد البر اور امام ابن تیمیہ (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور آپ ﷺ کی سنت کسی مسلم کو معلوم ہو جائے تو پھر سنت رسول ﷺ اور فرمان رسول ﷺ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان دونوں عمل کیا جائے اور ان دونوں چیزوں کے علاوہ تیری چیز کو چھوڑ دیا جائے اور یہی حالت ہر مسلم کی ہونی چاہئے۔

اور مسلمان کو وینا نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ تقليدی فرقہ کرتا ہے وہ نص پر رائے اور مذہب کو مقدم رکھتا ہے۔

اور کتاب و سنت کا مقابلہ عقلی اختلافات، نفسانی خواہشات اور شیطانی عصیت سے نہیں کیا جا سکتا پھر یوں کہنا کہ شاید اس نص پر بھی مجتہد کو علم و اطلاع ہو اور مجتہد کا اس نص کو چھوڑ دینا کسی علت کی بنا پر ہو جاؤ اس پر ظاہر ہوئی ہو یا اس نے کسی دوسری دلیل کے ہونے پر نص کو چھوڑا ہو۔

جیسا کہ متعصب فقہاء نے لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور پھر اس پر جاہل مقلدین نے اتفاق کر لیا اور چپ سادھی (پس آپ سمجھ لیجیے) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”سنت وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جاری فرمایا ہو۔ تم رائے کی غلطی کو امت کے لئے سنت قرار نہ دو۔“ گویا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس حادثے کے وقوع کی خبر دی گئی ہو تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ڈرایا ہو۔

ہم نے ان ادوار میں اس رائے کا بھی مشاہدہ کیا جو سنت رسول ﷺ سے مکرائی اور کتاب الہی کی مخالفت کرتی تھی مقلدین نے اس کو سنت بنایا اور اس کے بارے میں ان کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ دین ہے اور وہ تازعے اور اختلاف کے وقت اسی رائے کی طرف رجوع کرتے اور اس رائے کو مذہب کے نام سے موسوم کرتے۔

اللہ کی قسم یہ معاملہ بڑی مصیبت و بلا اور حمیت و عصیت کا ہے جسے اسلام اور اہل اسلام کی گردن میں لٹکا دیا گیا ہے۔ (انا اللہ وانا الیه راجعون)

امام عبد الرحمن الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ”اسلاف کے آثار پر کار بندر ہوا گرچہ لوگ تجھے علیحدگی پسند کہیں یا چھوڑ دیں۔“

اور آدمیوں کی آراء سے بچ اور احتساب کر اگرچہ ان کی بات تجھے دل فریب ہی کیوں نہ لگے۔ بلال بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مردی ہے کہ ان کے والد عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ ”عورتوں کو مسجد سے محظوظ ہونے سے مسترد کو“ راوی نے کہا ”میں نے کہا میں تو اپنی بیوی کو منع کروں گا اور دوسروں کو اپنے گھر کی عورتوں پر اختیار ہے۔“ راوی نے کہا عبد اللہ بن عمر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”تجھ پر اللہ کی لعنت، تجھ پر اللہ کی لعنت، تجھ پر اللہ کی لعنت۔ تم مجھ سے سن رہے ہو کہ میں کہہ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو مساجد میں جانے سے مت روکو“ اور غصے سے کھڑے ہو گئے۔ (اللہ تعالیٰ صحابہ سے راضی ہو)۔

(سنابی داؤد، باب ماجاء فی خروج النساء الى المسجد)

کتاب و سنت پر عمل کرنا ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے:

روضۃ العلماء الزندویسیہ میں صاحب ہدایہ سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا جب آپ کا قول کتاب اللہ کے مخالف ہو تو پھر کیا کیا جائے۔

اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا:

”اُتر کو اقولی لکتاب اللہ“

یعنی ”کتاب اللہ کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو۔“

پھر پوچھا گیا کہ اگر آپ کا قول حدیث رسول ﷺ کے مخالف ہو تو پھر کیا کیا جائے تو اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا:

”اُتر کو اقولی لخبر رسول اللہ ﷺ“

”حدیث رسول اللہ ﷺ آجائے تو میرا قول چھوڑ دو۔“

پھر پوچھا گیا کہ جب آپ کا قول صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کے مخالف ہو تو پھر کیا کیا جائے۔ تو اس کے جوب میں کہا:

”اُتر کو اقولی لقول الصحابة رضی اللہ عنہم“

”صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول آجائے تو میرا قول چھوڑ دو۔“

بیہقی نے اپنی سنن کی کتاب الامتاء میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہو تو وہ بات زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو پھر میری تقلید مت کرو۔

اور امام الحرمین نے امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ بات بصراحت بیان کی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور ”کافی“ میں ہے اگر کوئی مجتہد مفتی فتویٰ دے اور اس کا فتویٰ حدیث رسول

اللہ ﷺ کے خلاف ہو تو حدیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان کسی مفتی کے قول سے ادنیٰ اور گھٹیانہیں ہے۔ صحیح حدیث کا مقام کسی مفتی کے فتوے سے کم نہیں ہے جب مفتی کا قول دلیل شرعی بننے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے تو قول رسول ﷺ تو اور زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے شرعی دلیل مانا جائے۔

علامہ ابن قیم نے ”اعلام الموقعن“ میں لکھا ہے:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ ضعیف حدیث قیاس اور رائے پر مقدم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی بنیاد بھی اسی بات پر ہے۔“
پھر جو شخص کہے کہ حدیث پر عمل کرنا مجھ پر واجب اور جائز نہیں ہے تو ایسے شخص کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے وہم و خیال کی بنیاد پر مقام الہی کا خواہاں ہے حالانکہ یہ بات کسی مسلم کے شایانِ شان نہیں ہے اور جو شخص کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کو سمجھنے کے باوجود ان دونوں چیزوں پر عمل کرنے سے معذرت کرے وہ غیر مسلم ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ اس کے معانی کو سمجھا جائے اور اس کے بعد ان پر عمل کیا جائے۔ پھر اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے سامنے اس کتاب کا بیان فرمائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ“ (النحل : ۴۴)

”تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ چیز بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔“

پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا وہ کلام جو لوگوں کے لئے بیان کی حیثیت رکھتا ہے اسے لوگوں میں سے بعض کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا؟ بلکہ آج کے دور میں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔

ان کے اس گمان کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ دنیا میں کئی صدیوں سے کوئی مجہد ہی نہیں ہوا

ہے۔ اسی قسم کی باتیں شاید ان لوگوں نے کی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ عوام پر رائے کی حقیقت کہیں واضح نہ ہو جائے کیونکہ رائے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف ہے۔

پھر انہوں نے یہ تصور دیا کہ کتاب و سنت کا وہ فہم جس سے احکامات مستبط ہوتے ہوں مجتہدین ہی پر موقوف ہے پھر انہوں نے اہل اجتہاد ہی کی دنیا سے نفی کر دا لی پھر ان کے درمیان یہ کلمات شائع ہوئے کہ والله اعلم بحقيقة الامر۔

یعنی حقیقت حال کو زیادہ بہتر طور پر تو صرف اللہ ہی جانتا ہے اور شاید بعض لوگوں کا منع کرنا اس لئے ہو کہ کہیں بعض لوگ کتاب و سنت کے ساتھ بعض موافق مذاہب کی طرف مائل ہو کر ان پر عمل پیرانہ ہونے لگ جائیں۔

بعض نے اس بات کا اضافہ کیا کہ کسی شخص کا ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا جائز نہیں ہے تاکہ نہ تو لوگ ترجیح کاراستہ پاسکیں اور نہ ہی کسی کو ترجیح مذاہب کا احساس ہو اور اہل بصیرت کو تو معلوم ہے کہ ایسی باتیں دین الہی میں کوئی وقعت و اثر نہیں رکھتیں بلکہ ان جیسی اکثر باتیں عقل و نقل دونوں ہی کے خلاف ہوتی ہیں اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ بہت سے اہل علم اطاعت رسول سے اخراج کرتے ہیں باوجود اس بات کے کہ اطاعت رسول فرض اور لازم ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کی طرف التفات کرتے ہیں جسے ثقہ راویوں نے صحیح اسناد کے ساتھ بھی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اور وہ مذاہب کی کتابوں کی غیر مستند روایات کی طرف اہل مذاہب کو ترغیب دیتے ہیں اور جب وہ کسی کو قرآن و حدیث سے زیادہ قریب امام کے قول کی طرف مائل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے بدعتی اور گمراہ شمار کرتے ہیں۔ (انا لله وانا اليه راجعون)

حالانکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حدیث رسول سے ثابت شدہ مسئلے پر عمل کرے اور جب

وہ اس کی مخالفت کرے تو پھر یہ بات اس کے لئے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوگی جیسا کہ واضح طور پر قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَيَحْذِرُ الَّذِينَ يُعَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ آئِيهُمْ (النور : ۶۳)

ترجمہ: ”ان لوگوں کوڑ رجانا چاہئے جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ کسی فتنے میں بتلا ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب ٹوٹ پڑے۔“

بس جب حدیث واضح ہو جائے تو پھر کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تقليدی جمود پر تکمیل گائے بیھا رہے اور اگر وہ اس کے باوجود جمود اختیار کئے رکھے تو وہ ان لوگوں کے زیادہ مشابہ ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَكُنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ أَيْةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ (آل عمرہ : ۱۴۵)
”اے نبی ﷺ اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لے کر آ جائیں تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔“

بس اسی بناء پر ہر مسلمان کو حدیث پر عمل کرنا چاہئے اور حدیث پر عمل کرنے سے اس کو یہ بات مانع نہیں ہوئی چاہئے کہ وہ فلاں مذہب کا پابند ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء : ۵۹)

ترجمہ: ”اگر کسی مسئلے میں تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو تم اس تنازع کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔“

بس من جملہ مسائل کو تنازع کے وقت آپ ﷺ کی طرف لوٹانا چاہئے اور پھر آپ ﷺ کے قول سے راہنمائی حاصل کرنی چاہئے ائمہ کے درمیان مسائل میں کیونکہ اختلاف ثابت ہو چکا ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔

مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی مسئلہ درست بتاتا ہے مگر نبی ﷺ معصوم

عن الخطاء ہیں:

تعجب ہے ان لوگوں پر بھی کہ وہ اپنے جملہ عقائد میں اس بات کو جانتے ہیں کہ مجتہد کوئی مسئلہ بتانے میں غلطی بھی کر سکتا ہے اور نبی ﷺ سے مسئلہ بتانے میں غلطی کا امکان نہیں ہے اس کے باوجود آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ نہ صرف مجتہد کے کلام پر اصرار اور انحراف کرتے ہیں بلکہ وہ اسے مضبوطی سے کپڑتے ہیں اور ہر ایرے غیرے کی لکھی ہوئی بات پر اصرار کرتے ہیں جیسا کہ ماوراء الہبہ والے علم احناف کا (خلاصة الکیدانی) کے قول کے مطابق تشهد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کی تحریم پر اعتماد ہے باوجود اس بات کے کہ تشهد کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا رسول اللہ ﷺ، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام طور پر تمام مجتہداں سے ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد حنفیہ اللہ سے خاص طور پر یہ مسئلہ ثابت ہے جیسا کہ محمد بن حسن الشیعیانی سے مؤطام میں اس بات کی وضاحت اور صراحت منقول ہے۔

اور طحاوی کی شرح معانی الاثار، العناية اور عمدة القاری اور ان کتابوں کے علاوہ خنی ندہب کی دیگر کتب میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

غور کیجئے:

ہم نے کئی اطاعت اور عبارت گزار بندے ایسے دیکھیے ہیں جو حدیث پر عمل کرنے کے معاملے میں سستی اور غفلت سے کام لیتے ہیں اور وہ حدیث پر عمل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے ندہب میں لکھی ہوئی باتوں ہی کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں اور پھر یہیں تک ہی بس نہیں اس سے بھی بڑھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ ایک ناقابل توجہ چیز ہے جب کہ ان کی یہ سوچ اور سمجھ جاہلانہ ذہنیت کی پیداوار ہے۔

شیخ محمد حیات السندی نے کہا ہے:

”ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے معانی کو سمجھنے کی کوشش اور جستجو کرے اور قرآن و حدیث سے احکام کی تخریج کیلئے بھی کوشش کرے اور اگر وہ ان سب باتوں سے قاصر اور عاجز ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کسی خاص مذہب کا پابند ہوئے بغیر علماء کی تقلید کرے اس لئے کہ کسی خاص امام کے خاص مذہب کو اپنا لینے سے امام کی نبی سے تشہیہ ہو جائے گی اور اسے چاہئے کہ وہ حدیث رسول ﷺ کو ہر مذہب سے زیادہ نہ صرف قبل اعتماد سمجھے بلکہ اسے ترجیح دے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ ضرورت کے وقت کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو وہ جائز ہے اور اگر وہ ضرورت کے وقت بھی کسی امام کے مذہب کی بات کو چھوڑ دے تو وہ اور بھی زیادہ بہتر ہے اور جس طرح ہمارے دور کے لوگوں نے اپنے مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ایسا کسی دور میں نہیں دیکھا گیا اور اہل مذاہب میں کوئی شخص دوسرے کے مذہب میں منتقل ہونے کو جائز نہیں سمجھتا۔ بس یہی جہالت، بدعت اور بہت دھرمی کی بات ہے۔“

اور ہم نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کہ صحیح اور غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اپنے غیر مستند مذہب پر عمل کرتے رہتے ہیں۔^② امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے کہا:

”جو شخص کسی چیز کی حلت یا حرمت میں کسی خاص مذہب کی تقلید کرے اور وہ چیز صحیح حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہو اور تقلید اس شخص کو سنت پر عمل کرنے سے روکے تو یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے علاوہ اپنے امام کو رب بنا لیا جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتا ہے۔“ (انا لله وانا اليه راجعون)

^① مصوی کہتا ہے بلکہ وہ توئین اسے رب ہاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (اتعذوا اصحابہم و رہبانہم انبیا ممن دون اللہ) کی تفسیر میں عذر بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ (مؤلف)

^② امام الہند مولانا محمد جوہنہ گردھی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ذیہ موسوے زائد اسکی احادیث میں جن میں سے ایک کو بھی ختنی مذہب نہیں مانتا۔ (دیکھنے ان کی کتاب ”شیخ محمدی“) (مترجم)

اور تجب کی بات ہے کہ جب انہیں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل صحیح حدیث کے خلاف مل جائے تو وہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تک حدیث نہ پہنچنے کا اقرار کرتے ہیں۔

مگر جب ان کے پاس کوئی ایسی حدیث پہنچی جو ان کے امام کے قول کے خلاف تھی تو اس حدیث کی انہوں نے ہر ممکن تاویل کرنے کی کوشش کی اور کبھی انہوں نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے حدیث کے اصل الفاظ میں تبدیلی کر دی۔ ①

۱ تحریف شدہ حدیث کی مثال = عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرين رکعة (ابوداؤ دریف)

حدیث کے اصل الفاظ: عن الحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لِلَّةً

ترجمہ: حسن سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمع کر دیا لوگوں کو ابی بن کعب پر وہ لوگوں کے ساتھ میں راتوں تک نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ابو داؤد، جلد اول، باب القوت فی الور۔ ترجمہ و فوائد: علامہ وجید الزماں رحمۃ اللہ۔ نشر اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور)

اس تحریف کے بارے میں شیخ الحدیث مولا ناصر سلطان مجود رحمۃ اللہ نے اپنے رسالہ "نعم الشہود" کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے: "ہند میں ۱۳۸۱ھ تک جتنے نئے سنن کے مطبوع ہوئے ان سب کے سب میں عشرين ليلة ہی مطبوع ہے اور کسی قسم کا کوئی اشارہ نہیں ہے البتہ جب مولا ناصر حسن کے حواشی کے ساتھ سنن کو پھوپھایا گیا تو ناثرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں ليلة اور اور اس کے اوپر ن کا ناشان دے کر حاشیہ پر رکعت لکھ دیا۔ اس کے بعد جب مولا ناصر الحسن کے حواشی کے ساتھ طبع کر دیا گیا تو اس میں متن میں رکعت لکھا اور اس کے اوپر ن کا ناشان دے کر حاشیہ پر ليلة لکھ دیا تاکہ یہ تاثر عام ہو جائے کہ یہاں نہیں کا اختلاف ہے۔

ای طرح بذل الحمود کے ساتھ سنن ابی داؤد کی طبع کے وقت متن میں ليلة لکھا اور اس پر ن کا ناشان دے کر حاشیہ پر رکعت لکھا اور اس کے ساتھ یہ عبارت لکھ دی کہنا فی نسخة مقررة علی الشیخ۔

اس کے بعد آگے چل کر مولا ناصر سلطان مجود رحمۃ اللہ نے مزید لکھا ہے کہ

"اب ظاہر ہے کہ اس پوری کی پوری کارروائی سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ سنن ابی داؤد کے بعض نہیں میں عشرين رکعت موجود ہے تاکہ اس حدیث کو میں رکعت تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جاسکے۔" (مترجم)

اور اگر انہیں یوں کہہ دیا جائے کہ ممکن ہے کہ جس کی تم تقلید کرتے ہو اسے حدیث رسول ﷺ نہ پہنچی ہو تو یوں کہنے والے پر قیامت قائم کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ خوب شمنی کا اظہار کرتے ہیں۔ اب دیکھئے یہ کیسے لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم تک حدیث نہ پہنچے کو تو مان لیتے ہیں مگر اسے تک حدیث نہ پہنچنے کا اعتراف نہیں کرتے۔

یہ کیسے لوگ ہیں۔ حدیث کی کتابیں بھی پڑھتے ہیں، ان کا مطالعہ بھی کرتے ہیں، انہیں پڑھاتے بھی ہیں پھر بھی عمل نہیں کرتے۔ شاید ان کا یہ سب کام تمہر کے حصول کی خاطر ہوتا ہے۔ جب کوئی حدیث ان کے مذہب کے خلاف آتی ہے تو اس حدیث کی تاویل بھرپور انداز سے کرتے ہیں اور اگر تاویل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تو پھر کہتے ہیں جس امام کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ حدیث کو ہم سے زیادہ جانتا تھا۔

یہ بات انہیں ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ایسا کہنے سے وہ اپنے اوپر اللہ کی جھٹ کو قائم کر چکے ہیں۔ جب ان کی نگاہوں کے سامنے سے ایسی حدیث گزرتی ہے جو ان کے مذہب کے موافق ہوتی ہے تو وہ دل میں خوش ہونے لگتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے مذہب کے خلاف آتی ہے تو پھر وہ تنگ نظری اور تنگ قلبی کا شکار ہو کر دل میں کڑھنے لگتے ہیں اور پھر یہیں تک ہی بس نہیں بلکہ اس حدیث کو سننا اور یکھنا گوارنہیں کرتے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فَيُمَالَأَشْجَرُ بِنَهْمٍ لَا يَحِدُّوا“

فِيَ الْأَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (النساء : ۶۵)

”اے محمد ﷺ تیرے رب کی قسم اس وقت تک لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر آپ کے فیصلے کو اس طرح دل و جان سے تسلیم نہ کر لیں کہ ان کے دل میں کسی قسم کی تنگی باقی نہ رہ جائے۔“

سند بن عنان رحمہ اللہ علیہ نے اپنی شرح ”مدونۃ مالک“ رحمہ اللہ تعالیٰ میں لکھا ہے کہ یہ بات جان لیجئے کہ کوئی بھی اچھا آدمی محض تقلید پر انحصار نہیں کر لیتا۔ ایسا صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو جاہل، کندڑ ہن اور سرکش ہوتے ہیں اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تقلید ہر شخص پر حرام ہے بلکہ ہم ائمہ کے اقوال پر دلیل کی معرفت کو واجب قرار دیتے ہیں اور عام آدمی پر عالم کی تقلید کو واجب کہتے ہیں اور تقلید یہ ہے کہ کسی آدمی کی بات کو بلا دلیل قبول کر کے اس پر اعتماد کر لینا ہے مگر اس سے حقیقی علم تک رسائی نہیں ہو پاتی۔

اور مذہب اختیار کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی خاص امام کے مذہب پر کاربند ہو جائے اور ایسا مذہب اختیار کرنا فی نفسہ بدعت ہے۔

اس لئے کہ ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں مذہب نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ صرف اور صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے بصورت دیگروہ آپس میں بحث و تمحیص کرتے اس کے بعد جو بات سامنے آتی اس پر عمل کرتے اور یہی طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا رہا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں حدیث نہ پاتے تو اجتہاد کرتے پھر یہی طریقہ تیرے دور میں بھی جاری رہا۔ جس میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ عنہم تھے۔ یہ ائمہ کرام بھی اپنے اسلاف کے طریقے پر رہے۔

ان کے زمانے میں بھی کوئی ایسا خاص مذہب نہیں تھا جس کی یہ تعلیم دیتے رہے ہوں چنانچہ وہ ادوار گزر گئے جن کو امام کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون فرمایا تھا۔

تعجب ہے ان مقلدین پر جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کی تاریخ بہت پرانی ہے حالانکہ تقلید کا وجود دوسری صدی اور ان ادوار کے بعد ملتا ہے جن کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ شخصی تقلید کی مذمت کے بارے میں جو کچھ سند رحمہ اللہ علیہ نے کہا وہ حق ہے اور کسی شخص کی رائے کو دین اور مذہب بنا لیتا اگرچہ وہ کتاب و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ

ایک قابل مذمت بدعت اور بدجنت خصلت ہے اور ایسی حیلہ بازی ہے جس سے ایلبیس ملعون نے نہ صرف مسلمانوں کی جمیعت میں تفریق ڈالی بلکہ ان کے اتحاد کو پارہ کیا اور ان میں بغض و عداوت ڈالی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ ان (مقلدین) میں سے ہر ایک اپنے اس مجتہد امام (جس کی وہ تقلید کرتا ہے) کی اتنی تعظیم کرتا ہے کہ اتنی تعظیم وہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی بھی نہیں کرتا۔ اور جب وہ کسی حدیث کو اپنے مذهب کے موافق پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور وہ نہ صرف حدیث کو تسلیم ہی کرتا ہے بلکہ اس کی تابعداری بھی کرتا ہے۔

اور اگر کسی ایسی حدیث کو پاتا ہے جو صحیح تو ہوتی ہے مگر اس کے امام کے علاوہ دوسرے کے امام کے مذهب کی موئید ہوتی ہے تو پھر وہ اس حدیث پر دور دراز کے احتلالات کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس حدیث سے مخالفت کی وجہ سے اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے امام کے مذهب پر قائم رہتا ہے باوجود اس بات کے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور واضح نص کے مخالف ہوتا ہے۔

اور اگر وہ حدیث کی کسی کتاب کی تشریح کرتا ہے تو وہ ہر اس حدیث میں تحریف کر دیتا ہے جو اس کی رائے کے خلاف ہوتی ہے۔

اور اگر وہ حدیث میں تحریف کرنے سے عاجز ہوتا ہے تو پھر بلا دلیل اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے اور اسے ناقابل عمل قرار دینے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔

اور جامد مقلدین نے اس کو اس حیثیت سے دین اور مذهب بنالیا ہے کہ اس کے خلاف نصوص سے ہزار دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں تو تب بھی ان کا دل حدیث پر عمل کرنے کی طرف مائل نہیں ہوگا بلکہ وہ حدیث سے اس بد کے ہوئے گدھے کی طرح بھاگیں گے جیسے کوئی گدھا بار گراں سے بھاگتا ہے جیسا کہ اکثر بخارہ جیسے اور ان جیسے ہندوستان کے لوگ اور حرمن شریفین

میں ترکی مجاور ہیں۔

جو اپنے ہاتھوں میں تسبیح لٹکاتے ہیں اور کبھی انہیں (تسبیحوں کو) اپنی گردن میں لٹکا لیتے ہیں اور ان کے سروں پر قبوں کی طرح گپٹریاں ہوتی ہیں اور ثواب کی نیت سے وہ دلائل الخبرات ، قصيدة البردة اور ان جیسی دوسری کتابوں کو پابندی سے پڑھتے ہیں اور وہ اپنے خواجہ کا ختم بھی دلواتے ہیں۔ ①

اور وہ تشهید میں انگشت شہادت کو نہیں ہلاتے۔ میں نے انہیں کئی مرتبہ کہا کہ تم (تشہد کے وقت انگشت شہادت سے) اشارہ کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ تشهید کے وقت اشارہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اور تشهید کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرنا شیطان پر لو ہے کے ڈنڈے کی مار سے زیادہ سخت ہے۔

تو ان میں سے جو زیادہ عالم تھا اس نے جواب دیا کہ ہم حنفی مذہب کے پیروکار ہیں ہمارے مذہب میں تشهید کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرنا جائز ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ حرام ہے۔ تو میں نے اسے وہ سب کچھ بتایا جو موطا امام محمد اور طحاوی کی شرح معانی الاثار اور ابن حمام کی فتح القدر میں ہے۔ پھر اس نے کہا یہ متقدیں کا قول ہے اور متأخرین نے اس سے منع کیا ہے اور اسے چھوڑا ہے لہذا اب یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے جیسا کہ کتاب صلوٰۃ المسعودی اور خلاصتہ الکیدانیہ میں لکھا ہوا ہے تاہم وہ (تشہد کے وقت انگشت شہادت کے ہلانے کے عمل کو) ترک کرنے پر مصروف ہا۔

جاہل اور حق سے باغی دجال یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نیک لوگوں میں سے ہیں اور وہ شیطانوں میں سے ہیں۔ (انا لله وانا اليه راجعون)

① اور ان رسائل و قصائد کے پڑھنے میں اجر و ثواب نہیں ہے اس لئے کہ ان کی علاوٰت غیر مأثر اور غیر مشرع ہے بلکہ ان کے پڑھنے میں گناہ کا مکان ہے کیونکہ ان میں بدعت اور گمراہی کی باتیں ہیں۔ (مؤلف)

ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے کہا ”ہم پر واجب ہے کہ ہم حق کے طالب اور متلاشی ہوں اور پیروی کرنے کے لئے ہم اس شخص کو ترجیح دیں جس سے خطاء اور غلطی کا امکان ناممکن ہوا اور ایسے شخص کی تقلید نہ کریں جس سے خطاء اور غلطی کا امکان ہو۔“

جو مسئلہ ہمیں ائمہ کے حوالے سے ملے اسے ہم کتاب و سنت پر پیش کریں اگر اس مسئلے کی تائید کتاب و سنت سے ہو جائے تو ہمیں قبول کر لینا چاہئے و گرنہ چھوڑ دینا چاہئے۔

شارع (یعنی محمد ﷺ) کی اتباع پر تو دلیل ہے مگر فقہا، صوفیا اور ان کے اعمال کی اتباع پر شریعت میں ہمارے لئے دلیل نہیں ہے لہذا ہمیں ان کے اعمال کو کتاب و سنت پر پیش کرنا چاہئے۔ اور وہ لوگ خارے میں ہیں جو دلائل سے منہ موز لیتے ہیں اور ایسے مسئلے میں وہ جامد مقلد بن جاتے ہیں جس کی تقلید ان کے اپنے ندھب میں بھی صحیح نہیں ہوتی۔

شرعی دلائل فقہی مثالیں صوفیوں کی رسیمیں اس (تقلید) کی مذمت اور تردید کرتی ہیں اور اس شخص کی تعریف کرتی ہیں جو شکوک و شبہات کے وقت اجتناب، توقف اور احتیاط سے کام لیتا ہے اور جو شخص کسی امام کی تقلید کرے اور اس امام کی رائے بھی اس پر ظاہر ہو جائے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اجماع یا صحیح قیاس کے خلاف ہے اس کے باوجود وہ تقلید پر ڈٹا رہے تو وہ اپنے امام کی تقلید کے دعوے میں نہ صرف جھوٹا ہے بلکہ وہ عصیت اور اپنی نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور تمام ائمہ اس سے بری ہیں۔

مقلدین نے ائمہ کو وہی رتبہ اور درجہ دیا ہے جو اہل کتاب نے انبیاء کے مقابلے میں اپنے علماء کو دیا تھا حالانکہ ہر امام نے اپنے ماننے والوں کو شریعت کے اصولوں کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔

حق صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی رائے میں ہو سکتا ہے:

پس ائمہ اربعہ مقلدین سے بری الذمہ ہیں اس میں کسی بھی مسلم کو شک نہیں ہو سکتا کہ مقلد نہ

صرف بدعتی ہوتا ہے بلکہ وہ گمراہ کن خواہشات کا پیروکار بھی ہوتا ہے پس قطعی طور پر حق صرف اور صرف سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بیان میں محصور ہے۔ بس حق اس ہی چیز میں ہے جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے جب کوئی منصف اس میں غور کرے گا تو حق اس پر آشکارہ ہو جائے گا۔ دلیل دیکھئے بغیر کسی مخصوص امام کی تقلید کرنا نہ صرف بہت بڑی جہالت اور جسم بلااء ہی ہے بلکہ مغض ہوائے نفس اور عصیت بھی ہے اور انہی مجتہدین میں سے ہر ایک نے تقلید کی نہ مت کی ہے اور اسے باطل قرار دیا ہے۔

پس جس نے دلیل کی اتباع کی گویا کہ اس نے اپنے امام اور دیگر تمام ائمہ کی اتباع کی اور اس سے بڑھ کر اس نے کتب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی اور اس طرح وہ اپنے امام کے مذهب سے خارج نہیں ہوا۔

اور وہ اپنے اور دیگر ائمہ کے مذهب سے اس وقت خارج ہو گا جب وہ دلیل کے خلاف تقلید پر ڈٹ اور جم جائے کیونکہ اگر اس کے امام کو اپنی رائے کے خلاف صحیح حدیث مل جاتی تو وہ اپنی رائے پر عمل کرنے سے یقیناً باز آ جاتے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے بس ایسی حالت میں تقلید پر ڈٹ جانا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور اپنی خواہشات کی تابعداری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ائمہ اربعہ سے اس کا کوئی واسطہ نہ رہا اور وہ شیطان کے ٹوٹے سے جاتلا۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”آفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ“ (الحاثہ: ۲۳)

”(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے جان بوجھ کر اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اور پھر اللہ نے اسے گمراہ کر دیا۔“

یہ آیت ایسے شخص کے دل میں ایمان کے نور کی نفی کرتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہدایت عطا کرنے کے بعد کجر وی سے بچائے۔ رجع بن سلیمان الجیزی نے کہا کہ میں نے شافعی

رحمہ اللہ سے نہ امام شافعی سے کسی سائل نے کوئی مسئلہ پوچھا تو امام شافعی نے بتایا کہ یہ مسئلہ نبی ﷺ سے یوں ثابت ہے۔ تو سائل نے کہا اے ابو عبد اللہ کیا تم ایسے ایسے بتاتے ہو (یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے مسئلہ بتانے میں سائل کی خواہش کی پرواہ نہ کی) تو امام شافعی مضطرب اور بے چین ہو گئے اور آپ کے چہرے کارنگ لال پیلا ہو گیا اور کہا افسوس ہے تجھ پر اس وقت کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا کہ جب میں حدیث رسول کو روایت تو کروں مگر اسے بیان نہ کروں؟

حدیث رسول ﷺ ہمارے سر آنکھوں پر

اور حمیدی کی ایک روایت میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

”أرأيتم في وسطى زنارا اترواني خرجت من الكنيسة؟“

ترجمہ: ”کیا تو نے میرے وسط میں جدیو دیکھا ہے یا مجھے گر جا گھر سے نکلتے دیکھا ہے؟“

میں تو وہ کہوں جو نبی ﷺ نے فرمایا اور تم مجھے یوں کہو۔ کیا میں وہ حدیث بیان نہ کروں جو نبی ﷺ سے مروی ہو۔

جان لو! لوگوں میں بہت سے لوگ بڑے خسارے میں ہیں اور انتہائی کم نفع پانے والے لوگ ہیں جسے اپنے نفع و نقصان کا احساس ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے اعمال کو کتاب و سنت پر پیش کرے۔ اگر اس کے اعمال کی تائید کتاب و سنت کر دیں تو وہ نفع میں ہے اور اگر اس کے اعمال کی کتاب و سنت تردید کر دیں تو وہ نقصان میں ہے اور ایسے شخص پر افسوس ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

① اس کی بناء تو ہم پرستی ہے۔ جیسا ایک سورت کی پتلی ہری ہوتی ہے جسے پنڈت یا پروہت آکر پہنادتا ہے اس کے بعد آگے ص ۲۵ سطر ۳ پر لکھا ہے صبرا اور پرہیز گاری اور راتی کا جیخہ ہو تو اس کو کبھی بھی میں نہیں لگتی اور نہ کبھی پرانا ہوتا ہے اور نہ کبھی ٹوٹتا ہے۔

(گردناک جی اور سکھ مت۔ ص ۲۲۔ باب چارام۔ جیخہ۔ از: پروفیسری ایلن ایمہ۔ ایم اے۔ ناشر اسلامی مشن۔ سنت گرلا ہور) نیز زار کے متین بھائی کے ہیں ہر یہ تفصیل کے لئے دیکھیں (القاروۃ۔ مؤلف علامہ شبلی نعمانی۔ ص ۳۱۵، ۳۱۶۔ کتبہ امام ادیہ میلان۔ (متجمب))

خارہ اور نفع پانے والوں دونوں کی خبر دی ہے اور زمانے کی قسم کھا کر کہا کہ انسان نقصان میں ہے مگر جس میں چار صفات ہوں وہ خارے میں نہیں ہے۔

اور جب آپ کسی انسان کو ہوا میں اڑتے ہوئے یا پانی پر چلتے ہوئے دیکھیں یا غیب کی چیزوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے سنیں مگر وہ شریعت کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کسی ایسے سبب کے بغیر کر رہا ہو جو حرام کردہ چیزوں کو حلال کر سکتا ہے اور کسی جواز کے بغیر واجبات کو ترک کر رہا ہو تو جان لیجھے کہ یہ شیطان ① ہے جو لوگوں کے لئے فتنے کا سبب بنتا ہوا ہے اور یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ یہ ان اسباب میں سے ہو جن کو اللہ نے گمراہی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

کیونکہ شیطان اولاد آدم کے جسموں میں اسی طرح چلتا ہے جیسے اولاد آدم کے جسموں میں خون گردش کرتا ہے۔

اور دجال مردہ لوگوں کو زندہ کرے گا اور زندہ لوگوں کو مارے گا اور آسمان سے بارش بھی برسائے گا اور وہ گمراہ لوگوں کے لئے ایک فتنہ ہو گا۔

اور اسی طرح وہ جو سانپ کھا جائے اور جو بلوں میں داخل ہو جائے۔

امام الشعراںی نے ”میزان“ میں کہا امام ابو داؤد نے امام احمد سے کہ امام اوزاعی کی اتباع کروں یا امام مالک کی۔ تو امام احمد نے کہا اپنے دین کے معاملے میں ان لوگوں میں سے کسی کی تقیلی مرت کرو۔ بس اسی چیز پر عمل کرو جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو۔ (اور اگر بالفرض کوئی مسئلہ ان سے نہ ملے) تو پھر تابعین میں سے اس شخص کی بات کو لے لو جو بہت زیادہ سمجھدار ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے کہا:

۱ اس مسئلے میں مزید معلومات کے لئے دیکھیں۔ الغرقان یعنی اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان۔ تالیف: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔ ترجمہ: مولا ناظم ربانی۔ تاشریف: سلفیہ لاہور۔ (متترجم)

”لا تقلدْنِي ولا تقلدْ مالکا ولا ابا حنيفة ولا الشافعی ولا الاوزاعی

ولا الشوری رحمة الله تعالى وخذ من حيث اخذوا“

ترجمہ: ”نہ میری تقلید کرو نہ امام مالک کی اور نہ امام ابوحنیفہ کی نہ امام شافعی کی اور

نہ امام او زاعی کی اور نہ ہی امام ثوری رحمة اللہ تعالیٰ کی بلکہ تم بھی وہیں سے مسائل

اخذ کرو جہاں سے انہوں نے لئے۔“

آدمی کی کم عقلی کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں

لوگوں کی تقلید کرتا پھرے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”تلبس البلیس“ میں کہا ہے ”تقلید کی وجہ سے

عقل سے حاصل ہونے والا فائدہ باطل ہو جاتا ہے۔“

کیونکہ عقل کی تخلیق کا مقصد (معاملات) میں غور و فکر اور سوچ و بچار ہے اور وہ شخص کتنا بد بخت

ہے کہ جسے شمع دی جائے تاکہ وہ اس سے روشنی حاصل کرے مگر وہ شمع کو بمحادے اور اندر ہیرے

میں چلتا رہے۔

بہت اہم تنبیہ:

۔ یہ بات یاد رہے کہ مجتہد کا اجتہاد اور اس کی رائے اللہ کا حکم نہیں ہوا کرتے اور اگر وہ عین اللہ کا حکم ہوتے تو امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابوحنیفہ اور ان کے اجتہاد کی کبھی مخالفت نہ کرتے۔ اور اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا:

”هذا رأى فمن جاء بغير منه قبلته“

”یہ میری ذاتی رائے ہے جو اس سے کوئی بہتر چیز لے آئے میں اسے قبول کرلوں گا۔“

1 بعض الحق اور جالیں کہتے ہیں کہ یہ صرف مجتہد کے لئے ہے اور یہ جمود اور جہالت ہے کیونکہ مجتہد مجتہد کی دسمتوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ (مؤلف)

اور اسی طرح تمام ائمہ رحیم اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا ”ہم نے اپنی رائے میں اجتہاد کیا ہے جس کا دل چاہے اسے قبول کرے جس کا دل چاہے اسے ٹھکرادے۔“

معصومی نے کہا ”ہم ہر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کس چیز نے اس بات کو مخصوص کیا ہے کہ دوسرے ائمہ کی نسبت تمہارے امام کی تقلید زیادہ بہتر ہے؟“

اگر جواب یہ ہے کہ اس کا امام اپنے ہم عصر لوگوں سے زیادہ عالم اور سابقہ ائمہ سے زیادہ صاحب فضیلت تھا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ اس بات کا آپ کو کیسے علم ہوا؟ حالانکہ آپ تو ان کے دور میں تھے ہی نہیں۔ پھر آپ کو کیسے علم ہوا کہ آپ کا امام ہی اپنے ہم عصر لوگوں سے زیادہ عالم تھا؟

اگر وہ کہے کہ میں نے مذاہب سے واقفیت کی بناء پر اور مذاہب میں زیادہ مدلل ہونے کے اعتبار سے اور پھر راجح اور مرجوح ہونے کی بنیاد پر ایسے کہا ہے بس اسی کو کہتے ہیں انہی کو کھرے اور کھوٹے کی کیا پہچان؟

اگر تم اپنے امام کی تقلید اس بنیاد پر کرتے ہو کہ تمہارا امام زیادہ عالم تھا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟ پھر تیسرے خلیفہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟ پھر علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟ اور پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟ اس بات پر تو تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم تمہارے امام سے زیادہ تھا۔

ہم مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ (یا تمہارے امام) تو بعد میں آئے ہیں ان سے پہلے بھی تو دنیا میں مسلمان تھے وہ کس امام کی تقلید کرتے تھے؟ تم نے تو نہ صرف اپنے امام کے اقوال کو شرعی نصوص کا درجہ دے رکھا ہے بلکہ شارع کی نصوص کی اتباع سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہو؟ ائمہ کی تشریف آوری سے قبل لوگ ہدایت پر تھے یا مگر اسی پر؟ لوگ یقیناً ہدایت پر تھے۔

مقلدین کو اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا پھر ان سے مزید کہا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ کون سا امام تھا کہ لوگ جس کے قول اور رائے پر عمل کرتے اور اپنے جھگڑوں کے تصفیے کے لئے اسے حاکم تعلیم کرتے تھے؟ کیا وہ قرآن و سنت کی اتباع، آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو مقدم نہیں سمجھتے تھے؟ جب وہ لوگ ہدایت پر ہی تھے تو پھر فرمادا بعد الحق الا الضلال حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر نہ جانے یہ کیوں بہک گئے ہیں اور یہ بات بھی کوئی ذہکی چیز نہیں ہے کہ اس نوٹے نے اپنے ائمہ کے سوا (جن کی وہ اتباع اور پیروی کرتے ہیں) تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام تابعین اور امت کے اول سے آخر تمام علماء کے کسی قول اور فتوے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

جب یہ ٹولہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول یا اللہ اور اس کے رسول سے ثابت شدہ نص کو اپنے امام کی بات یا عمل کے خلاف پاتا ہے تو پھر نص کی تاویل کرنا اور اس نص کو اپنے مدلول سے خارج کرنا یہ ٹولہ اپنے لئے واجب سمجھتا ہے تاکہ ان کے امام کے قول کی شان میں کمی نہ آجائے دین کی عمارت کو گرانے والے ان متعصّبین کی اس بدعت کی شکایت اللہ ہی سے کی جاسکتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور دیگر مسلم علماء کی شان میں اس شخص سے بڑھ کر گستاخی اور کون کرے گا جو اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک صحابی کی بات کو بھی قابل التفات نہیں سمجھتا اور اگر وہ کسی کی بات کو دیکھنے کے قابل سمجھتا ہے تو وہ اس کا اپنا امام ہے جس کی خاطر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ اس تقلیدی فرقے نے نہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہدایت اور اپنے ائمہ کے اقوال کی مخالفت کا ارتکاب کیا ہے بلکہ یہ اہل علم کے برعکس چل پڑے ہیں اور یہ وہ ناخلف لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اسلاف کے طویلے کی ضد کو اپنالیا ہے خود پلٹ گئے اور دین کو بھی ضائع کرنے کی کوشش کی پھر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کے اقوال اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ

عُنْهُمْ کی تحقیر کی اور انہوں نے کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنے اماموں کے اقوال پر پیش کیا جس مقام پر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ اور ائمہ کے اقوال میں موافقت پائی اس اس مقام کو انہوں نے مان لیا اور جہاں پر مخالفت پائی اس اس مقام کو نہ صرف قبول ہی نہ کیا بلکہ اسے دین ہی نہیں سمجھا بلکہ اس تو لے کے علماء نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے رد میں اپنی طاقت کے مطابق ہر خیلہ سازی سے کام لیا اور ہر تھکنڈہ استعمال کیا۔

بس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کے نکڑے نکڑے کر دیئے اور اہل

دین کو گروہ بندی میں تقسیم کر دیا

ہر فرقہ اپنے متبع (امام) کے مذہب کی مدد کر رہا ہے اور اس کی طرف بلا رہا ہے اور اپنے مخالف کی مدد کر رہا ہے حالانکہ اس کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے اور وہ فرقے ایسے لگتے ہیں جیسے کسی دوسری قوم کے لوگ ہوں حالانکہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ایک ایسے کلے کی طرف مائل ہوں جو ان سب کے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ رسول عظیم محمد ﷺ کی اطاعت کریں اور اپنے میں سے بعض کو اللہ کے سوارب نہ بنائیں۔

یہ بات یاد رہے کہ علماء کے اقوال اور قیاسات کو لینا تیم کی طرح ہے اور تیم پانی پر قدرت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

تو جہاں پر کتاب و سنت کی نص اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہوں ان کے ہوتے ہوئے علماء کے اقوال کی طرف میلان کا اظہار کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں آنے والے مقلدین نے پانی کو زیادہ آسانی سے میسر آنے کے باوجود تیم کو جائز قرار دیا۔ اور ان مقلدین پر بھی تجہب ہے جو متاخرین کے بعض ایرہ وغیرہ کے قول کو تو لیتے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اگر وہ عمل نہیں کرتے تو وہ وہ فتویٰ ہے جو امام بخاری، عبداللہ بن مبارک، اوزاعی اور امام سفیان حکم دلائل و برایین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الشوری اور دیگران جیسوں کے قول پر دیا جاتا ہے۔

وہ سعید بن میتب، حسن بصری، ابوحنیفہ اور امام مالک اور ان جیسے دیگر ائمہ کے فتاویٰ سے استفادہ تو کرتے ہیں مگر وہ اپنے ائمہ کے متاخرین مقلدین کے قول کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ پر مقدم سمجھتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ کل اللہ کے ہاں وہ کون ساعذر بیان کر کے نجات حاصل کر سکیں گے جبکہ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم، ائمہ دین اور محدثین کے اقوال اور فتاویٰ کو اپنے ائمہ کے متاخرین مقلدین کے فتاویٰ اور اقوال کے برابر کر دیا حالانکہ ان کے فتاویٰ اور اقوال پر ان کے فتاویٰ اور اقوال کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے؟

فتاوے اور حکم کے اعتبار سے غیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال ہی کو مخصوص کیوں کیا جاتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول پر دیئے جانے والے فتوے پر عمل کرنے سے منع کیوں کیا جاتا ہے؟

اس امت کے آخری شخص کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے اس

امت کے پہلے شخص کی ہوئی تھی

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ”اس امت کے آخری شخص کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہی ہوگی جس سے اس امت کے پہلے شخص کی ہوئی تھی بلاشبہ اس امت کے پہلے لوگ بہت بہتر تھے جو کتاب و سنت اور اجماع سلف صالحین کے پابند تھے اور جب مسلمانوں نے شریعت الہیہ سے بے رغبتی کرنی شروع کی اور اس گمان کی طرف مائل ہوئے کہ اللہ ان لوگوں سے بھی راضی ہے جن کو انہوں (یعنی مقلدین) نے اللہ کا شریک بنایا تو پھر ان کا مؤمنین سے کئے گئے اللہ کی مدد لئے وعدے کوٹھرا دینا تجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ ان تمام صفات سے خارج ہو

گئے ہیں جن کو اللہ نے مومنین کے لئے بیان فرمایا ہے اور لوگ پہلی اور دوسری صدی میں ایسی اندھی تقلید اور اعمال نہیں کیا کرتے تھے جن پر آج ہم عمل پیرا ہیں۔ اگر کوئی شخص یا قبیلہ اسلام میں داخل ہوتا وہ حیران ہو گا اور یہ بات بھی جانی اس کے لئے مشکل ہو گی کہ وہ اپنے آپ کو آخر کون سے فرقے سے منسلک کرے اور اصول و فروع کے معاملے میں کون سی کتابوں پر اعتماد کرے؟ اور ہمارے لئے اس کی توجہ کو اس بات کی طرف پھیرنا مشکل ہو گا کہ دین قیم صرف اور صرف یہی ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

اور اگر ہم سب مسلمان قرآن کی حدود اور تعلیمات نبوی ﷺ کے قریب آجائیں تو ہمیں یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی کہ حدیفیت کیا ہے؟ جس میں کوئی حرج اور تنگی نہیں ہے اور وہ کون سا خالص دین ہے جس میں کبھروی اور اختلاف کی بات نہیں ہے۔

اور جب ہم نے فقہاء کے اقوال میں اختلافات اور اختلافات کی علتوں اور اسباب پر نظر ڈالی تو ہمیں بڑی حیرت ہوئی کیونکہ بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ”درک توی ہے“، لیکن وہ معقول نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی مفتی فتویٰ دے سکتا ہے اور کیوں؟ اس لئے کہ فلاں نے یوں کہا ہے اور بہت سارے آدمیوں کے ایسے اقوال ہیں جن کی تاریخ سے بھی ہم واقف نہیں ہیں اور ان اقوال کی زد میں آکر نتیجتاً سنت صحیحہ ہم سے چھوٹ جاتی ہے اگرچہ ہم پر سنت کی مصلحت بھی ظاہر کیوں نہ ہو جائے بس اسی وجہ سے ہمارے اور اصل دین کے درمیان واسطہ اور سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی عبادات اور عقائد کے سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کے مساوا کسی اور کسی طرف رجوع کرے۔ جیسا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہمارا یہ اعقاد ہو کہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔

اور اللہ کے دین کے علاوہ کسی کی بات کو دین نہ سمجھا جائے اسی طرح ہم موحدین (یعنی توحید پرست) بن جائیں گے اور اس کے دین کے مخلص بن جائیں گے جیسا کہ ہمیں قرآن مجید میں حکم محکم دلائل و برایین سے مذین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دیا گیا ہے اور جس نے اس حکم کی بجا آوری سے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی وہ ان لوگوں میں سے شمار کیا جائے گا جنہوں نے غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک تھے رہا۔ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

”إِذْ تَبَرَا الظِّنَّ إِتَّبَعُوا مِنَ الظِّنَّ أَتَبْعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْآسَابِبُ
وَقَالَ الظِّنَّ إِتَّبَعُوا لَوْاً نَّا كَرَّةً فَتَبَرَا مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّهُ وَإِنَّا كَذَلِكَ مُرِيْبُهُمُ اللَّهُ
أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ“

(البقرہ: ۱۶۶ - ۱۶۷)

یعنی ”جب تابعداری کرنے والوں سے وہ لوگ بیزاری اور لا تعلقی کا اظہار کریں گے جن کی دنیا میں اتباع کی گئی اور وہ (رب کے) عذاب کو دیکھیں گے اور کٹ جائیں گے تعلقات اور تابعداری کرنے والے کہیں گے اگر ہمیں ایک مرتبہ بھی پتہ چل جاتا کہ تم ہم سے بیزاری اور لا تعلقی کا اظہار کرو گے تو ہم تم سے بیزاری کا اظہار پہلے کر چکے ہوتے اسی طرح اللہ ان کے اعمال دکھائے گا اور وہ ان (اپنے اعمال) پر حسرت سے دیکھیں گے اور وہ جہنم سے نکلنے والے نہیں ہیں۔“

یہ بات جان لیجئے کہ یہ آیت مقلدین کو دین کے معاملے میں مردہ یا زندہ لوگوں کے اقوال اور ان کی آراء پر جمود اختیار کر لینے پرحتی سے جھنگوڑتی ہے اور پھر تقليد عقاد میں ہو یا عبادات میں، حلال میں ہو یا کسی چیز کے حرام ہونے میں برابر ہے۔ جب ہر مسلمہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیث سے ملتا ہو تو پھر کسی کی رائے یا قول پر عمل کرنے کا جواز باقی نہیں رہتا اور دین کے معاملے میں رائے اور قیاس سے گمراہ لوگوں نے دخل اندازی کی ہے۔ مگر ہدایت یافتہ ائمہ میں سے ہر ایک نے غیر اللہ کی عبادت، غیر اللہ پر اعتماد اور دین میں غیر وحی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے۔

بعض مفسرین کا یہ گمان ہے کہ اس آیت جیسی دیگر آیات کفار کے ساتھ خاص ہیں۔ جی ہاں ان کے کہنے کے مطابق خاص ہیں۔ لیکن اس کلام سے یہ سمجھنا کہ اس سے قرآن اور مسلمانوں کے مابین فاصلہ اور جدا ہی نہیں ڈالی گئی غلطی ہے۔

جب وہ ہر وعید والی آیت کو مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی طرف پھیر دیتے ہیں تو وہ خود اصل مقصد سے ہٹ جاتے ہیں۔

اسی لئے آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان نہ تو قرآن مجید سے نصیحت حاصل کر رہے ہیں اور نہ ہی زبان سے ادا کئے ہوئے کلمے لا الہ الا اللہ کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔ حالانکہ مخفی زبان سے ادا کئے ہوئے کلمے پر ہی نجات کا دار و مدار نہیں ہے شاید اسی بناء پر بہت سے منافقین نے کلمہ پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرک کی کئی مثالیں اور کفار کی صفات اور ان کے حالات کو صرف اس شخص کی عبرت کے لئے بیان فرمایا ہے جو اس کی کتاب پر ایمان لا یا یہاں تک کہ وہ اس کام میں واقع نہیں ہوا جس کام میں وہ واقع ہوئے پس وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

لیکن سردار ان تقلید مسلمانوں اور ان کے رب کی کتاب کے مابین اس زعم کے ساتھ حائل ہوئے کہ قرآن سے براہ راست راہنمائی حاصل کرنے والے دنیا سے جا چکے ہیں اور ان جیسا اب دنیا میں کوئی موجود نہیں اور ان جیسی خوبیاں اب کسی میں ملتا مشکل ہے۔

باوجود اس بات کے کہ سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور اسی طرح ائمہ اربعہ حرحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص جب تک ان کی دلیل سے واقف نہ ہو ان میں سے کسی کا قول دین کے معاملے میں اخذ نہ کرے۔ پھر مقلدین علماء آئے اور انہوں نے مفتی کے قول کو عام آدمی کے لئے دلیل کا درجہ دیا۔ پھر ان (علماء) کے بعد مقلد تقلید میں اس طرح غرق ہوئے کہ انہوں نے کتاب و سنت کے کسی بھی حکم کو اخذ کرنے سے لوگوں کو منع کیا۔

اور جس نے کتاب و سنت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا ارادہ ہی کیا تو اس کو انہوں نے جلد باز کہہ کر پکارا۔ ذلت و رسالتی اور دین کے ساتھ دشمنی کی یہ انتہا ہے اور اس حالت میں بھی لوگوں نے ان کی اتباع کی گویا کہ انہوں نے ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور عنقریب ان میں سے بعض بعض سے بیزاری کا اظہار کریں گے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا

دیا ہے۔ (سورہ التوبہ: ۳۱)

اور میں بندہ ضعیف نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے البرھان الساطع فی تبرؤ المتبوع من التابع (یعنی متبع کی تابع سے بیزاری کے بیان میں بلند ترین دلیل) اور یہ تالیف اللہ کے فضل سے مصر میں طبع ہو چکی ہے اے راہ حق کے ملاشی تو بھی اس تالیف کا مطالعہ کر۔

اللہ کے دین اور اس کی شریعت میں علماء کے روبدل کرنے میں فخر

الدین الرازی کی حکایت:

میں آپ کے سامنے گزشتہ صدیوں میں دین میں تحریف اور روبدل کی مثالوں میں سے ایک مثال ذکر کر رہا ہوں فخر الدین الرازی نے اس آیت

”إِنَّهُدُوا أَحْبَارُهُمْ وَرُهْبَانُهُمْ أَرَبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ“ (التوبہ : ۳۱)

کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر کی کتاب ”مفاتیح الغیب“ میں کہا اور اسی طرح مسیح السنۃ البغوي نے اپنی تفسیر کی کتاب ”معالم تنزیل“ میں کہا:

”میں مقلدین فقہا کی جماعت کے پاس آیا اور میں نے بعض مسائل میں ان کے سامنے بہت ساری آیات پڑھیں اور یہ آیات ان کے مذاہب کے خلاف تھیں اور انہوں نے نہ صرف ان آیات کو مانا نہیں بلکہ انہوں نے ان آیات کی طرف توجہ دینا بھی گوارہ نہ کیا اور میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتے رہے۔ یعنی بظاہر ان آیات پر عمل کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ جبکہ ہمارے اسلاف سے ان آیات کے خلاف روایات مرودی ہیں۔“

اور اگر آپ حقیقی معنوں میں غور کریں تو اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یہ بیماری دنیا کے اکثر لوگوں کی رگوں میں سراہیت کر چکی ہے اور ان میں سے اکثر نے اپنے شیوخ کے حق میں حلول اور

اتحاد کو ثابت کیا ہے اور اس امت میں یہ ایک واقعی اور مشاہداتی بات ہے۔

امام رازی کی بات ختم ہوئی اور امام رازی رحمہ اللہ ۲۰۶ھ میں فوت ہوئے دور حاضر کے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے جو عقائد، عبادات حلال اور حرام میں اپنے شیوخ کے مذاہب کی تو تقليد کرتے ہیں مگر کتاب اللہ سے قطعی الدلالت نص یا رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ اور نہ ہی صحیح حدیث سے ظاہر الدلالت نص پر عمل کرتے ہیں بلکہ نصوص کی مخالف با توں پر عمل کرتے ہیں اور اسی طرح کے ان کے ائمہ کے اصول بھی ہیں بلکہ موجودہ دور میں ان لوگوں سے زیادہ شریر لوگ پائے جاتے ہیں جن کا ذکر امام رازی نے کیا تھا اور اسی بات سے الشیخ السید محمد رشید رضا نے تفسیر "المنار" میں متنبہ کیا اور بندہ ناچیز نے اپنی تفسیر ام القرآن موسومہ (اووضح البرهان فی تفسیر ام القرآن) میں واضح طور پر بیان کیا ہے اور یہ تفسیر ام القری (مکہ مکرمہ) میں ۷۳۵ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ اس سے استفادہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی امام اعظم نہیں

علامہ الرتضی الزبیدی نے اپنی شرح "احیاء" میں لکھا ہے:

"جان لوکہ مقلد صرف صاحب شریعت محمد ﷺ ہی ہو سکتے ہیں جن کی اطاعت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقليد اس حدیث سے کی جاسکتی ہے کہ ان کا ہر فعل آپ ﷺ سے سماught کی دلیل ہے۔"

یہی وہ چیز ہے جس کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"ما من احد الا يوخذ من علمه ويترك الا رسول الله ﷺ"

یعنی "ہر شخص کی بات کو لیا بھی جاسکتا ہے اور ٹھکرایا بھی جاسکتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی بات کو ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔"

عرaci نے کہا اس قول کو امام طبرani نے ”طبرani کبیر“ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اسی طرح ”قوت القلوب“ میں بھی ہے۔

تقلید مذہبی بہت بڑا مرض ہے اور بہت کم لوگ ہمارے دیکھنے میں ایسے آئے ہیں جو اپنے مذہب اور فقہ کی کتب میں تحریر شدہ مسائل اور اپنے مشائخ (علماء) کے اقوال پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن ہم نے الحمد للہ موحدین کی ایک ایسی خالص جماعت کو بھی دیکھا ہے جو لوگوں کو توحید کی دعوت دیتی ہے اور صحیح معنوں میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتی ہے اور وہ جھوٹے مقلدین سے بھی بر سر پر کیا رہے اور اسی غرض سے توحید کی نشر و اشاعت کے لئے انجمنوں اور جمیعتوں کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ مثلاً جماز میں، مصر میں، سوڈان میں اور عراق کے شہروں سخار وغیرہ میں۔

اے اللہ ان کو زیادہ سے زیادہ توحید پھیلانے کی توفیق عطا فرم اور جب تک یہ اجنبیں تیرے دین کی مدد کرتی رہیں تو بھی ان کی مدد کرتا رہ آمین یا رب العالمین۔

صدیق حسن خان نے اپنی تفسیر ”فتح البیان فی مقاصد القرآن“ میں اس آیت

”إِنَّهُدُوا أَخْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ أَرَبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ“ (التوبہ - ۳۱)

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا:

”جو شخص کتاب اللہ اور سنت مطہرہ پر علماء کے اقوال کو ترجیح دیتا ہے اور وہ اس امت کے علماء کے اقوال کو دین اور مذہب سمجھ کر ان کی پیروی (شرعی نصوص کے خلاف ہونے کے باوجود) کرتا ہے حالانکہ شرعی نصوص اللہ کی جھتوں اور براہین و دلائل کے ساتھ مقام ہیں۔

تو یہ شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہے جنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے ہوتے ہوئے اپنارب بنا لیا قطع نظر اس بات کے کہ وہ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اپنے علماء کی اطاعت میں اس قدر اندر ہے ہو گئے کہ جس چیز کو انہوں نے حرام کہہ دیا وہ چیز انہوں نے

اپنے اوپر حرام کر لی اور جس چیز کو انہوں نے حلال کہہ دیا اسی چیز کو انہوں نے اپنے لئے حلال سمجھ لیا۔ اور یہ اثاثے سے اثاثے کی اور سمجھوئے سے سمجھوئی کی مشاہدہ سے زیادہ مشاہدہ ہے۔

اے اللہ کے بندو اور محمد بن عبد اللہ رسول اللہ ﷺ کے پیر و کارو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نے یک لخت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دیا اور اپنے ہم مثل آدمیوں کی آراء و خیالات کی اتباع کا ارادہ کر لیا حالانکہ وہ معصوم نہیں ہیں جیسا کہ تمہاری عقیدے کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ غلطی بھی کرتے ہیں تو پھر کیا یہ کمزور ذہن، یہاں سمجھو اور کم عقلی کی باتیں نہیں ہیں۔

اے میرے بھائیو! اللہ تمہیں ہدایت دے۔

پھر غیر معصومین کی کتابوں کو چھوڑ دیا اور اپنے حی القيوم رب اور اس کے معصوم رسول علیہ الصلوٰت و التسلیمات کی سنت کی طرف لوٹ آؤ اور محمد ﷺ کو اپنا امام بنالو کیونکہ وہ اماموں کے بھی امام ہیں اور آپ ﷺ کے مذہب کو اپنا مذہب بنالو۔ کیونکہ ہر امام نے آپ ﷺ کے مذہب کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ بس جو مذہب آپ ﷺ کے مذہب کی مخالفت کرتا ہو وہ باطل اور مردود ہے۔ (اے اللہ تمہیں نیک ہدایت عطا فرمा)۔

اور یہ بات فیصلہ کن اور قطعی الدلالت آیات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ دین کے معاملے میں شریعت ساز صرف اور صرف اللہ ہی ہے اور رسول اللہ ﷺ تو صرف اللہ کی طرف سے پیغام رسال ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- (1) إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُۚ نہیں ہے آپ پر مگر پہنچا دینا (الشوری: ۳۸)
- (2) مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُۚ نہیں ہے رسول پر مگر پہنچا دینا (المائدہ: ۹۹)
- (3) فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُۚ بس آپ پر تو یہ ہے کہ آپ پہنچا دیں (الرعد: ۳۰)

حضر کی یہ اقسام دلالت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ہیں۔ ارکان دین صرف اور صرف

کتاب اللہ کی نص یا رسول اللہ ﷺ کے مبارک بیان سے ہی ثابت ہوتے ہیں اور ارکان دین سے مراد تین چیزیں ہیں:

- ۱- عقائد

- ۲- عبادات مطلقة اور زمان و مکان یا صفت و گنتی کے ساتھ مقیدہ

- ۳- تحریم زینی

اور اس کے علاوہ وہ چیزیں جو شرعی احکام سے ثابت ہوں۔

بس یہ بات ثابت ہو گئی کہ اجتہاد کرنے کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے اور اجتہاد کا دار و مدار اچھائی کو قائم کرنے اور برائی کو روکنے پر ہوتا ہے۔ آپ غور کیجئے اور غالفوں سے مت ہو جائیے۔

اس مسئلے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بہت ساری نصوص، سلف صالحین کا عمل اور ان کے بہت سارے اقوال موجود ہیں۔

یہ ائمہ اسلام کے کلام کا ایک نمونہ ہے جس کے ذریعے سے ہم نے قرآن کو سمجھنے اور اس (قرآن) اور سنت نبوی ﷺ سے راہنمائی حاصل کرنے کی طرف مسلمانوں کو دعوت دینے میں مذکورہ جمتوں اور نصوص کا سہارا لیا اور ہم نے ان دونوں (یعنی قرآن و سنت) سے ثابت شدہ عبادات واذ کار کو کافی سمجھا اور بلا تکلف و تعصب اور بغیر کسی غلو کے ان دونوں کے مساواہ سے بے نیاز ہو جانے پر اکتفا کیا اور اس کے بعد فرائض کفایہ کے قیام اور اسلام کے دفاع اور اس کے غلبے کی کوشش کرنا مظلوم کو ظلم سے بچانا اور قوت و ثروت سے امت کی ایسے خطوط اور شرعی طریق پر مدد کرنا جو طریق صحیح فنون اور صحیح نظام پر مبنی ہوں اور قوت و ثروت کا اللہ کے راستے میں صرف کرنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ کوئی شخص اپنی طاقت و توانائی اور دولت کو بدعت کے رواج دینے میں خرچ کر دے۔

اللہ نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم اس راہ مستقیم پر چلیں جس پر اس نے اپنے رسولوں کو چلا�ا اور بُنی نوع انسان کو اس راہ پر چلانے کے لئے کتابوں کو نازل فرمایا اور ہمیں بتایا کہ یہی وہ سیدھی راہ ہے جو جنت کی طرف اور دارثواب کی طرف جاتی ہے اور بندے کا اس راستے پر ثابت قدم رہنا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کے لئے معین کیا ہے پل صراط پر چلنے کے لئے ثابت قدی کا سبب بن جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتِّبِعُوهُ وَلَا تَبْيَغُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقُ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَاعِدُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (الانعام : ۱۵۳)

ترجمہ: ”یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر

مت چلو وہ تمہیں راہ راست سے بھکڑا دیں گے اسی کی بھی اس نے تمہیں وصیت

کی ہے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“ ①

اور جب کوئی صراط مستقیم کا متلاشی ہوتا ہے تو وہ ایک ایسی چیز کا متلاشی ہوتا ہے جس سے اکثر لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور اس راہ پر چلنے والا اپنے تنہا ہونے کی وجہ سے کبھی وحشت اور خوف بھی محسوس کرتا ہے۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس راستے پر چلنے والے کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس راہ پر وہ

لوگ چلے جوانبیاء، صدیق، شہید اور نیکوکار تھے۔ اللہ نے ان پر اپنا انعام فرمایا اور دوستی کے اعتبار سے بھی یہ لوگ بہترین تھے۔

تاکہ متلاشی ہدایت اور راہ مستقیم پر چلنے والے کے دل سے وحشت دور ہو جائے جو اہل زمانہ

① مزید تعریف کے لئے دیکھیں ”مشکوٰۃ المصایح“ الجزء الاول - تحقیق: محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۸۵۸ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (مترجم)

میں اس کے تھا ہونے کی وجہ سے اس پر طاری تھی اور وہ اس بات کو بھی جان لے کہ اس راستے پر چلنے والے لوگ تھے جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور وہ گم کردہ راہ (باطل پرستوں) کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائے اور باطل پرست اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت بیجھ ہیں اگرچہ وہ تعداد کے لحاظ سے ان (اللہ کے انعام یافتہ لوگوں) سے زیادہ ہوں۔ جیسا کہ بعض سلف صالحین نے کہا:

”عَلَيْكَ بِطَرِيقِ الْحَقِّ وَلَا تَسْتُوْ حَشْ لِقْلَةِ السَّالِكِينَ وَإِيَّاكَ وَطَرِيقَ
الْبَاطِلِ وَلَا تَغْرِي بِكُثْرَةِ الْمُتَهَا لَكِينَ۔“

یعنی راہ حق کو اپنے لئے لازم کرلو اور اس بات سے دہشت زده مت ہو کہ اس راہ پر چلنے والوں کی تعداد کم ہے اور باطل راہ پر چلنے سے اجتناب کرو اور باطل راستے کو اس وجہ سے مت اپناو کہ اس پر چلنے والوں کی کثرت ہے جب کبھی اپنے متفرد اور تھا ہونے کی وجہ سے تم خوفزدہ اور دہشت زدہ ہو جاؤ تو گزرے ہوئے پہلے لوگوں کے حالات کی طرف دیکھ لیا کرو اور مصائب کے وقت صبر کرنے کے معاملے میں ان جیسا صابر بنے کی کوشش کرو اور جب راہ پر چلتے وقت وہ تم پر آوازیں کسیں تو ان کی طرف پلٹ کر مرت دیکھو کیونکہ وہ تمہیں راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کریں گے اور اسی لئے دعا و قنوت میں وارد ہوا ہے:

”اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هُدَىٰ“ ①

”اے اللہ مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کر دے“

بندے کو چاہئے کہ وہ اللہ کے غصب کئے ہوئے لوگوں اور گم کردہ راہ لوگوں کے مذہب سے بیچے۔ اللہ کے غصب کئے ہوئے لوگوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حق کو پہچانے کے بعد نہ صرف اسے قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس سے بے رخی اختیار کی اور رضالین یعنی گمراہ لوگوں سے مراد وہ

① مشکوہ المصایب، الجزء الاول - تحقیق: محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ، ۳۹۸۔ کتاب اصلۃ باب الوتر۔ الفصل الثاني، عن الحسن بن علی۔ (مترجم)

لوگ ہیں جو نہ تو حق کو پہچانتے تھے اور نہ ہی حق کو پہچاننے کی کوشش کرتے تھے اور حق صرف وہی ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے۔ لوگوں کی رائے، ان کے افکار و اصطلاحات اور مشوروں کا نام حق نہیں ہے۔

ہر وہ علم و عمل جس پر محمد ﷺ کی مہرگانی ہوئی ہو، ہی حق اور صراط مستقیم ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ مغضوب، گمراہ اور جہنمی لوگوں کی راہ ہے۔ جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب (مدارج السالکین) میں لکھا ہے:

”ولا ريب أن أصحاب رسول الله ﷺ و رضي الله عنهم أعلم الناس بالدين وبمعانى ما جاء به رسول الله من غيرهم ومن المحال أن يكون أصحاب رسول الله ﷺ جهروا بالحق و عرفه غيرهم من الرافضة والمبتدعة إنا إذا نظرنا إلى آثار الفريقيين وجدناها تدل على أن طريق أهل الحق ظاهر بين أن أصحاب رسول الله ﷺ فتحوا بلاد الكفر و قلوبها بلاد اسلام و فتحوا القلوب بالقرآن و العلم والهدى فآثارهم تدل على انهم أهل الصراط المستقيم ورأينا الرافضة المبتدةعة المنتسبين إلى المذاهب المعينة بالعكس في كل زمان و مكان“
یعنی ”اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم دین کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو وہ دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر سمجھتے تھے یہ بات ناممکن ہے کہ اصحاب رسول تو حق سے ناواقف اور نہ آشنا ہوں اور راضی اور بدعتی حق کو جانتے اور پہچانتے ہوں۔

جب ہم نے ان دونوں فریقوں کے آثار کو دیکھا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اہل حق کا طریق (راستہ) یہ صحیح ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے کفر کے شہروں اور ملکوں کو فتح کر کے اسلام کے شہروں اور ملکوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

اور انہوں نے قرآن و علم اور ہدایت کے سبب دلوں پر بھی فتح حاصل کی تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ صراط مستقیم پر صرف وہی گام زن تھے اور ہم نے راضیہ، مبدعہ اور دیگر مخصوص مذاہب کی طرف منسوب لوگوں کو ہر زمانے اور ہر جگہ میں برعکس ہی دیکھا ہے۔

ایک روز جمعۃ المبارک کے دن وسی رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ کو میں طائف کی مسجد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا کہ میرے سامنے فرعون ملعون کا وہ قصہ اور واقعہ آگیا جس میں اس نے لوگوں کو مختلف نکریوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا تو مجھے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بے شک مذہب بنانے یا اختیار کرنے کی بدعت فرعون کی یادگار اور سیاسی خباشت ہے جیسا کہ شیطانی پورپین حکومتوں کی سیاست سے واضح ہے۔

سورہ قصص میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَّا فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يُسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ“

(القصص : ۴)

یعنی ”بے شک فرعون زمین میں متکبر اور سرکش ہو گیا ہے اس نے زمین پر رہنے والوں کو نکڑے نکڑے کر دیا ہے اور وہ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔“ اور سورہ روم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَ كَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝“ (الروم : ۳۲ - ۳۱)

یعنی ”مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو نکڑے نکڑے کر دیا اور خود مختلف گروہ بندیوں کا شکار ہوئے ان میں سے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر ہی خوش ہے۔“

یہ بات بھی یاد رہے کہ راہ حق کے مسافروں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ ان کا بلا تفریق تمام انبیاء پر ایمان ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے (شریعت میں سے) جو کچھ بھی انہیں ملا ہوتا ہے اس پر بھی ان کا ایمان ہوتا ہے اور جہاں تک ان کے احترام کا تعلق ہے تو وہ انبیاء کا احترام بھی کرتے ہیں اور اسی طرح راہ حق کے مسافر ان لوگوں کی بھی عزت کرتے ہیں جو انبیاء، علیہم السلام کے علم کے وارث ہوئے ہیں مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، علماء، مجتهدین، ائمہ اربعہ، اہل حدیث ائمہ اور دیگر ائمہ وغیرہ ہیں۔

پھر ان میں سے بعض کی بات (قول) کو لے لینا اور بعض کے قول کو ترک کر دینا یا بعض سے محبت کرنا اور بعض سے بعض رکھنا جیسا کہ مذاہب کے اکثر جامد اور کمزور قسم کے مقلدین کرتے ہیں۔ یہ بات ہدایت یافتہ اور پرہیز گار لوگوں کی صفات میں سے نہیں ہے۔

پس اسی وجہ سے اہل مذاہب کے درمیان عداوت اور دشمنی پھیل گئی ہے اور نوبت باس جارسید کہ لوگوں نے اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کے پیروکار امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی پس یہی تعصب ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اسی تعصب کے سبب ان کے دل اور آنکھیں اندر ہے ہو چکے ہیں۔

اور گمراہ لوگوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ مذاہب کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کو مذہب پر محمول کرتے ہیں اگرچہ ان کو قرآن میں تحریف اور تاویل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ جیسا کہ اس روشن پر زیل لوگ چلے اور گمراہ ہوئے۔

حالانکہ حق یہ ہے کہ قرآن ہی کو اصل رہنے دیا جائے اور دین کے مسئلے میں دی جانے والی آراء کو اس پر پیش کیا جائے۔ پھر جو رائے قرآن کے مطابق اور موافق ہوا سے قبول کر لیا جائے اور اس کے عکس جو چیز ہواں کو رد کر دیا جائے۔

مغضوب علیہم کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کی بات کو مانتے ہیں

انتباہ: یہ بات جان بخجئے کہ مغضوب علیہم کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے سوائے اس جماعت کی بات کے جس کی طرف وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اس چیز کی پیروی نہیں کرتے جو ان کے عقائد میں لازمی اور ضروری ہے۔ جیسا کہ اکثر ان لوگوں کی حالت ہے جو اپنے آپ کو کسی مخصوص فقہی یا صوفی گروہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور وہ دین کے معاملے میں اپنی جماعت کے علاوہ کسی کی رائے یا روایت کو قبول نہیں کرتے۔ باوجود اس بات کے کہ دین اسلام کے معاملے میں کسی شخص کو معین اور مخصوص کئے بغیر اس کی رائے یا روایت سے ثابت شدہ حق بات کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ

حکمت مؤمن کی گشیدہ چیز ہے وہ جہاں سے پائے وہاں سے لے لے۔ ①

ایک مذہبی شخص اپنے دل میں کسی آدمی کی تعظیم کرتا ہے۔ پھر وہ اس آدمی کی بغیر سوچے سمجھے اتباع کرنے لگتا ہے تو یہ عین گمراہی ہے۔ اس لئے کہ قول کو دیکھنا چاہئے یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ بات کرنے والا کون ہے؟

جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک قول کا مفہوم ہے:

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھٹج آتے ہیں اے واعظ

حقیقت خود کو منوایتی ہے مانی نہیں جاتی (جگر) ②

ہروہ کام بھلائی ہے جس کے کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ میں دیا ہوا یا خود رسول اللہ ﷺ پر یا

① مشکوٰۃ المصایع۔ الجزء الاول۔ کتاب العلم۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مص ۵۔ تحقیق: محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ، وقال الترمذی هذا حديث غريب و ابراهیم بن الفضل الرواۃ يضعف فی الحديث۔ (مترجم)

② خطبات بہاول پور۔ صفحہ ۲۱۔ از ڈاکٹر حمید اللہ۔ طبع ۱۹۹۲ء

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا سلف صالحین رحم اللہ تعالیٰ علیہم نے کیا ہو۔
اور ہروہ کام شرات و ضلالت ہے جسے متاخرین نے دینی امور میں ایجاد کیا ہو۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذہب دین میں بدعت ہے اور اس کے موجود وقت کے
حکمران اور امراء لوگ ہیں جنہوں نے اپنی سیاست کو چکانے یا اپنی خواہشات کی پیروی کروانے
کے لئے یا اپنی چودھراہٹ کے تحفظ کے لئے پیدا کیا جیسا کہ تاریخ سے واقعہ ہر شخص جانتا ہے۔
شہادتی اللہ و بلوی رحمہ اللہ نے تفہیمات الہیہ کی جلد نمبرا کے صفحہ ۱۵ میں کہا ہے:

”وتَرِى الْعَامَةَ لَا سِيمَا الْيَوْمَ فِي كُلِّ قَطْرٍ يَتَقيِّدُونَ بِمِذَهَبٍ مِّنَ الْمذاهِبِ
وَيَرُونَ خَرُوجَ الْأَنْسَانَ مِنْ مِذَهَبٍ مِّنْ قَلْدَهُ وَلَوْفَى مَسْتَلَةَ كَالْخَرُوجِ
مِنَ الْمَلَةِ كَأَنَّهُ نَبَىٰ بَعْثَ إِلَيْهِ وَافْتَرَضَتْ طَاعَتَهُ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ الْأَمَةِ
وَخَيْرَ الْقَرُونِ قَبْلَ الْمائِةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مَتَقِيِّدِينَ بِمِذَهَبٍ وَاحِدٍ۔“

یعنی ”آپ عام طور پر لوگوں کو دیکھیں گے اور پھر خصوصاً آج کے دور میں دنیا کے
ہر ملک اور گوشے میں لوگ کسی مذہب سے مسلک ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی
مسلسل میں اپنے امام کی اطاعت نہیں کرتا تو اس کی برادری کے مقلدین اسے امت
سے خارج تصور کرتے ہیں گویا کہ وہ مقلد ایک نبی تھا جو اس شخص کی طرف
مبعوث کیا گیا تھا اور اس شخص پر اس امام کی اطاعت فرض تھی امت مسلمہ کے پہلے
دور سے لے کر تیرے دور تک چوتھی صدی سے پہلے تک کے لوگ کسی ایک اور
خاص مذہب کے پابند نہیں تھے۔

ابو طالبؑ نے قوت القلوب میں کہا ہے:

”إِنَّ الْكِتَبَ وَ الْمَحْمُومَاتَ مَعْدُثَةً وَ الْقَوْلُ بِمَقَالَاتِ النَّاسِ“

والفتیا بمذهب الواحد منهم واتخاذ قوله فی کل شئی والتتفقہ
علی مذهبہ لم یکن الناس قدیما علی ذلك بل كانت العامة
یتعلمون ویأخذون من العلماء أین و جدوهم ومن کان منهم
یسمع الحديث یعمل به ولا یقلد سواه و كانوا لا یقلدون إلا
صاحب الشریعة فقط واذا اختلفت الروایات یتبعون من
الاقوال ما یشلح قلبهم و بعض الناس اختار التقلید بمذهب
واحد لغلا یختلف علیه العامة و کان بعض الجهابذة من
العلماء لا یتقید بمذهب واحد فی عمله بنفسه او فی فتاواه
لغیرہ کابی محمد الحوینی فانہ صنف کتابہ المحيط ولم یلتزم
فیہ المشی علی مذهب واحد فهذه المسألة هالت القوم
وأهاجت فحدثت فتن و تعصبات ”

یعنی ”کتابیں اور مجموعات بدعت ہیں۔ کسی ایک مذهب کے اقوال اور فتوؤں کو
لے لینا اور ہر مسئلے میں کسی ایک مذهب کی فقہ سے راہنمائی حاصل کرنا پہلے لوگ
اس روشن پر نہیں تھے بلکہ وہ علم سیکھتے اور وہاں سے مسائل اخذ کرتے جہاں سے علماء
اخذ کرتے تھے۔ ان میں سے جو حدیث کو سنتا تھا وہ پھر حدیث کے سوا کسی اور چیز
پر عمل نہیں کرتا تھا اور پہلے وقت کے لوگ صرف صاحب شریعت (محمد ﷺ) کی
ہی تقلید کرتے تھے اور جب انہیں ایک ہی مسئلے پر مختلف روایات ملتیں تو پھر جن
روایات پر ان کا دل مطمئن ہوتا ان پر عمل کرتے اور بعض لوگ کسی ایک مذهب کی
تقلید کو اختیار کر لیتے تاکہ اس مسئلے پر عام لوگ کہیں اختلاف کا شکار نہ ہو جائیں

اور بعض علماء ایسے حالات میں کسی ایک مذہب یا اپنے علاوہ دوسرے عالم کے فتوے کی عملی طور پر پابندی نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ابو محمد الجوینی ہیں۔ انہوں نے الحجیط نامی اپنی تصنیف میں منتشر حالات میں کسی ایک مذہب پر عمل کرنے کو لازم قرار نہیں دیا۔ بس یہی وہ مسئلہ تھا جس نے قوم کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اور قوم میں ہیجان پیدا کر دیا پھر وہی کچھ ہوا جو ہونا تھا کہ قوم فتنوں اور عصیت کا شکار ہو گئی۔“

**حق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں پر کسی مخصوص مذہب کی پیروی کو لازم
قرار نہیں دیا:**

حق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے لوگوں پر کسی ایک مذہب کی پیروی کو لازم قرار نہیں دیا۔ اتباع تو صرف اور صرف نبی ﷺ کی واجب ہے اور جو شخص سنت رسول ﷺ کے ثابت ہو جانے کے بعد مخالفت کرے تو اس کی سنت رسول سے مخالفت مردود ہو گی اور اس سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس کو معدود نہیں سمجھا جائے گا اور اگر کسی کو سنت رسول ﷺ کا علم ہی نہیں ہے تو جب تک اسے سنت رسول ﷺ کا علم نہیں ہو جاتا وہ سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معدود سمجھا جائے گا اور کسی بھی ایسے شخص کے لئے جائز نہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور کہلاتا ہو اور وہ کہے کہ میں توحیدیت پر عمل نہیں کروں گا میں تو صرف اپنے امام کے قول پر ہی عمل کروں گا۔ بس اس کی یہی بات اسے اسلام سے مرتد بنا سکتی ہے۔ (اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)

ہر مسلم پر واجب ہے کہ حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو اس پر دل و جان سے عمل کرنے کی کوشش کرے اور اس مسئلہ میں جو بھی حدیث کے خلاف ہو اس کی طرف مائل نہ ہو۔ بس یہی سیدھی راہ ہے اسی ہی کو ایک مذہب بنالا اور اس سے مت نکلو اور اس مذہب سے نکل جانے کی مثال۔

وضو کرنے کے دوران پاؤں کا مسح کرنا، حجع کے نکاح کا حلالہ کرانا، نشہ اور شراب کی قلیل

مقدار کو حلال قرار دینا اور پالتو گدھے کو حلال قرار دینا ہے اور انسان کے اصلی سایہ کے بعد مزید و گناہ سایہ ہو جانے پر ظہر کے آخری وقت کا قول ہے۔ ②

اے مسلم! جب تیرا علم اور تقوے کے حصول کے لئے پختہ عزم ہو تو پھر تو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اکثر اہل علم سلف صالحین کے عمل کو سمجھنے کی کوشش کر اور مختلف احادیث کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کر اور محدثین کی کتابوں میں صحیح اور حسن روایات کو تلاش کر پھر ان روایات میں سے ادنیٰ کو چھوڑ کر اعلیٰ اور قویٰ کو لے کر اس پر عمل کر۔

اور یہ طریقہ آسان ہے موطا، صحیحین، سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی اور نسائی حدیث کی مشہور و معروف کتابیں ہیں ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے اگر تم خود یہ کتابیں نہ پڑھ سکو تو اپنے کسی اس دینی بھائی سے پڑھ لو جو تمہیں ان کی تعلیم دے سکے پھر اس کے بعد آپ کے پاس حق کے نہ پہنچنے کے بارے میں کوئی عذر باقی نہ رہے گا (اور اللہ خوب جانتے والا ہے)۔

اور تفہیمات کی جلد نمبر ۱ کے صفحہ ۳۰۹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مسلمان بذات خود فقہہ کی تقلید پر جمود اختیار کئے ہوئے ہیں جب ان کو نبی ﷺ کی حدیث صحیح سند کے ساتھ بھی مل جائے اور فقہہ متقدہ میں کی بہت بڑی جماعت کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہواں کے باوجود مقلدین اس حدیث پر عمل نہیں کرتے اس لئے کہ جس مذهب کی وہ تقلید کرتے ہیں وہ حدیث پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

بس یہ سب کے سب لوگ کم عقل، احتمانہ رائے اور گمراہی پر چل رہے ہیں اور حق ایک واضح امر ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کو شریعت کا مکلف بنانے

۱ پالتو گدھے کی حرمت کے لئے حدیث دیکھیں مشکونۃ المصائب - الجزء الاول - تحقیق: محمد صاریح الدین الابنی رحمۃ اللہ - کتاب الایمان - باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ - الفصل الثاني، ص ۵۷ - عن المقدم بن معدیکرب -
۲ نمازو وقت پڑھنے کی تفصیل کے لئے دیکھیں مشکونۃ - الجزء الاول - کتاب الصلوۃ باب المواقف - الفصل الاول، ص ۱۸۲ تا ۱۸۷ و ۱۸۸-۱۸۹ - باب تحمیل الصلوۃ - (ترجم)

کے سلسلے میں اس نے بہت زیادہ عدل سے کام لیا ہے تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس پر عمل کر سکیں۔ پھر شریعت کے معاملے میں انہیں اندر ہیرے میں نہیں رکھا کہ وہ اس میں حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ کر سکیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو و تعالیٰ نے حق کو واضح کیا اور ہلاکت کے سپر صرف باغی اور سرکش ہی کو کیا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی مکرم کتاب اتاری جو لوگوں کے کلام کے اختلاط والتباس سے بھی محفوظ اور تحریف سے بھی پاک ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس مقدس کتاب سے احکامات ارشاد فرمائے اور فیصلے کئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی حفاظت کے لئے ایسے امین اور ذمہ دار لوگ پیدا کئے جنہوں نے رسول امین ﷺ سے منقول حق کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا اور کھوٹ کا کھوت بھی بتایا۔ تو آپ پر لازم ہے کہ آپ صحیح یا حسن احادیث کو اختیار کریں اور انہی پر ہی اعتماد کریں۔

احادیث صحیحہ کی مخالفت تو صرف جاہل اور گم کردہ راہ ہی کر سکتا ہے اور مزید اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۲۱۱ پر یہ بھی لکھا ہوا ہے:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حکمران نہیں اور اس کے حکم کے سوا کسی کا حکم نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے عرش معلٰی پر واجب، مباح، مندوب، مکروہ اور حرام کا حکم لگایا ہے۔“ ①

پھر شریعت کو سید المرسلین ﷺ کی زبان مبارکہ سے جاری کیا۔ پھر جو شخص بنت و ثقاہت کے بغیر یہ کہہ کر یہ واجب ہے یا حرام ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد

① امیرالمحدثی صاحب امیم اے نے اپنی کتاب میں ”چوتھا در قرآن محدث جماعت“ کے تحت ص ۹۹ پر لکھا ہے: ”اس عہد میں اس بحث کا نتیجہ یہ لکھا ہے کہ فقہی اصطلاحات ظہور میں آئیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مندوب، مستحب وغیرہ اسکی فساد اور باطل فقہی اصطلاحات بھی مول میں آئیں جیسے حرام، مکروہ، مکروہ تحریکی، مکروہ تترنیکی وغیرہ۔ ان اصطلاحات میں علاوہ اور فتحاء کے درمیان اختلاف ہوا مثلاً فرض اور واجب اسکی چیزوں کو کہتے ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہے مگر ختنیکے نزدیک فرض اور واجب میں فرق ہے۔ (مسلمانوں کے طبق اور شافعی کارنامے۔ تاریخ اشاعت میں ۱۹۷۳ء۔ ناشر قرآن کتاب مکر، اردو بازار، کراچی)۔ اس بیان میں امیرالمحدثی صاحب کی بات مذووں معلوم ہوتی ہے۔ (ترجم)

باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ الْسِّتْكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَ هَذَا حَرَامٌ لَ تَفَرَّوْا
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ“

(النحل ۱۱۶)

ترجمہ: ”اور تم اپنی زبانوں سے جھوٹ مت بیان کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ بولو بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔“

اور میں اللہ کو گواہ بننا کر کہتا ہوں کہ اس شخص نے کفر کیا جو کسی ایسے امتی کے بارے میں (جغلطی بھی کرتا ہو اور صحیح بھی کہتا ہو) یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ نے حتی طور پر اس کی تابعداری کرنا دوسروں پر فرض قرار دیا ہے اور دوسروں پر وہ حکم واجب ہے جسے یہ غیر نبی اور امتی واجب کہے۔ حالانکہ شریعت حق کا ثبوت تو اس کے بیان کرنے سے بھی پہلے سے ملتا ہے۔ جس شریعت کو علماء کرام نے یاد کیا اور اس کی نقل و روایت کی اور فقہاء عظام نے اس سے حکم لگایا۔

جباں تک علماء کی تقلید کا مسئلہ ہے تو علماء کی تقلید پر لوگوں کا اتفاق اس معنی میں ہے کہ علماء کرام

نبی ﷺ سے شریعت کے نقل اور راوی ہیں۔

اور اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور اس کی صحت پر محدث شین رحم اللہ علیہم نے شہادت بھی دی ہو اور اس حدیث پر لوگوں کا عمل بھی ہو پھر بھی وہ (مقلد) اس پر عمل محض اسی وجہ سے نہ کرے کہ اس کے امام نے اسے اس (حدیث) پر عمل کرنے کے لئے نہیں کہا۔ تو یہی دور کی گراہی ہے اور اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۲۱۲ پر مزید یہ بھی درج ہے میں اللہ کو گواہ بننا کر کہتا ہوں کہ شریعت کے ۲ مرتبے ہیں۔

نمبر 1: اصل فرائض۔ محکمات قطعیہ سے اجتناب اور شعائر اسلام کا قیام اور اس مرتبہ سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ وابسطہ ہیں۔ مثلاً بادشاہ، امیر، جماعت، سماجی کارکن، صنعتکار، تاجر، آزاد اور غلام وغیرہ۔

کیونکہ یہ ایک ایسی آسان اور سہل ترتیب ہے جس میں کوئی بخوبی نہیں ہے۔

نمبر 2: دوسرا مرتبہ کمال اور جمال کا ہے جس نے اس مرتبہ کے مطابق عمل کیا وہ عابد اور سنتوں پر عمل کرنے والا ایک شخص بن گیا۔

اور اس ترتیب میں سُن و آداب اور نبی آخر الزَّمَانِ ﷺ سے ما ثُر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین حَمْم اللہ سے منقول تورّعات ہیں۔

اور ان دونوں ترتیبوں میں بہت فرق ہے اور اس فرق کو نظر انداز کرنا نقشان اور جہالت ہے اور ان دونوں میں فرق کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے علماء کا اختلاف غالب طور پر سامنے آیا ہے۔
غازی، صنعتکار اور تاجر حضرات پہلی ترتیب پر ہی عمل کرنے کو کافی سمجھتے ہیں اور عابد و زاہد حضرات دوسری ترتیب پر عمل کرتے ہیں اور عام لوگوں کی حالت بین بین ہوتی ہے۔

اور یہ مناسب ہے کہ روزگار کے حصول میں مشغول کاشتکاروں اور صنعتکاروں اور خصوصاً غلاموں اور لوٹپولیوں کو اکثر طور پر پہلے مرتبے پر ہی مامور کیا گیا ہے و گرنہ ان پر مشقت ہوتی اور یہ شریعت کے احکام سے تنفر ہو جاتے اور راہ فرار اختیار کرنے لگتے تو اے لوگو تم صرف اس کی بات مانو جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا داعی ہو جونہ اپنی طرف بلا تا ہو اور نہ ہی غیر اللہ اور رسول کے غیر کی اطاعت کی دعوت دیتا ہو۔

اور اس کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۲۱۳ پر یہ بھی لکھا ہوا ہے:

”اور بہت سے بیوقوف جو اپنے لئے علماء کا نام اس وجہ سے استعمال کرتے ہیں کہ وہ یونانی

علوم، علم صرف، علم نحو اور علم معانی کے ساتھ مشغول ہیں۔“

حالانکہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے چند الفاظ کے سوا کچھ نہیں جانتے اور صرف فقہاء کے اختیارات اور فروعات میں غور و خوض کرتے ہیں۔ جب انہیں کوئی حدیث رسول پہنچتی ہے تو اس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ہم فلاں امام کے مذهب کے عامل ہیں حدیث کے نہیں اور ہمارے امام حدیث کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اور ہمارے امام نے حدیث کو منسوخ یا مرجوح ہونے کی وجہ سے ہی چھوڑا ہوگا۔ ①

اور اس قول و عمل کی دین میں کوئی حیثیت نہیں اگر تم اپنے نبی پر ایمان لائے ہو تو پھر اس کی اتباع کرو اگرچہ اس کی اتباع میں تمہارے امام کے مذهب کی مخالفت ہو۔ تو ضروری ہے کہ ہر مسلم ابتدائی طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرے اگر ان دونوں پر عمل کرنا آسان ہو تو بہتر۔

اور اگر کتاب و سنت کا فہم مشکل ہو تو پھر علماء سلف کے فہم سے مدد لے سکتا ہے اور ان کی اس رائے پر عمل کر سکتا ہے جو سنت سے زیادہ موافقت رکھتی ہو۔ مگر دوسرے علوم پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ تو صرف مقصود کو سمجھنے کا ہتھیار اور آلہ ہیں مطلوب نہیں ہیں مطلوب تو صرف کتاب و سنت ہے اور مزید اس کی جلد دوم کے صفحہ نمبر ۱۳۲ پر لکھا ہے کہ:

”جو شخص کسی ایک امام کا مقلد ہو اور اسے حدیث رسول ﷺ پہنچ جو کسی مسئلہ میں امام کے

۱ ان مقلدین کا یہ گمان ہے کہ ہر وہ حدیث ہے اُن کے امام نے نہیں کیا وہ منسوخ ہے اسی وجہ سے وہ درے نہ اپنے مذهب کے ائمہ مطعون کرتے ہیں اور اُن کی طرف جہالت کو منع کرتے ہیں۔ اور ان کا اپنے امام کے بارے میں پیاس اعتماد کرنے کو حصہ ہے اور تمام وہ احادیث جنہیں اُن کے امام نے میان ہیں کیا وہ انہیں بھی جانتا تھا۔ یاد رکھئے کہ علم حدیث ان ائمہ ایضاً جماعت اللہ کے بعد بھی صحیح ہوا ہے جس وجہ سے اُن کے امام احتفاظ اور ان کی مائین و جوب، حرام، کردہ، مندوب اور مباح میں اختلاف ہے اور اس کا تعلق اسی وجہ سے ہے۔

”وَلَنُكَفِّرَنَا مِنْ عِنْدِكُمْ نَعْلَمُ أَنَّ الَّذِي تُنَذِّرُونَا لَوْمَدَنَا إِنَّهُ يَوْمًا كَجَبَرِيَّةٍ“ (الساہر، ۸۲) یعنی ”اوہ اگر (یہ) غیر اللہ کی طرف سے ہو جاؤ لوگ اس میں بہت اختلاف پائے“ اور امام شریعتی رحمۃ اللہ علیہ فرمیرے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر کرام اگر آج بھی دنیا میں آجائیں تو اعادل راویوں کی طرف سے حق ہونے والے اس ذخیرہ احادیث کے بعد اپنی بہت ساری آراء سے ضروری رجوع فرمائیں۔ لہذا اگر ائمہ کرام سب احادیث کو جانتے تھے تو ان کی طرف سے بھی حدیث کے وقت رجوع کے وجوب کی صراحت اور حدیث کے تقابل اقوال کو دیوار پر بارے کامیاب چیزیں پڑھی وارہ؟ اُن میں اُن کا اپنی تلقید کرانے سے بری الذمہ ہونے کا انکھار ہے اس کے باوجود متصسب مقلدین کا ائمہ کی تقدیر کرنا حقیقی لا اعمالی نہیں بلکہ کراہی ہے۔ (مؤلف)

قول کے خلاف ہو تو اس کے لئے امام کے قول کی خاطر حدیث رسول ﷺ کو ترک کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا حالانکہ یہ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس پر منافقت کا اندریشہ ہے اور ہم نے ایسے کئی کمزور مسلمان دیکھے ہیں بلکہ ان میں سے علماء اور صلحاء کے روپ میں بھی دیکھے ہیں جو اللہ کے بجائے صلحاء کو رب سمجھتے ہیں اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور کئی کتاب و سنت میں رد و بدل کرنے والوں کو دیکھا اور تحریف تو ہرگز وہ میں واضح ہے۔

صوفیاء نے تو ایسی جھوٹی کہانیاں بیان کیں جنہیں کتاب و سنت سے کچھ بھی مطابقت نہیں اور کئی امور فقہا نے ایسے ایجاد کئے جن کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے ان امور کو کہاں سے لیا اس طرح تو عوام الناس جھوٹے خداوں کی پرستش کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کو میلہ گاہ اور سجدہ گاہ بناتے ہیں (اللہ ہمیں اس سے بچائے)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام المؤعنین کی تیسرا جلد کے صفحہ نمبر ۲۷۶ میں کہا ہے کہ کیا عام آدمی کے لئے بعض مشہور مذاہب میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ عام آدمی کے لئے کسی مخصوص مذہب کو اختیار کر لینا ضروری نہیں ہے۔

جب کوئی چیز واجب ہی اس وقت ہوتی ہو جب اسے اللہ اور اس کا رسول واجب کریں تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تو لوگوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ کسی امتی کے مذہب پر کاربند ہو جائیں اور نبی کے دین کو چھوڑ کر غیر نبی کے مذہب کی تقلید کرنے لگ جائیں۔

حالانکہ کئی ایسے اچھے دور گزرے ہیں جن میں زندگی بسر کرنے والے لوگ بہ نسبت آج کے لوگوں کے اچھے اور نیک تھے مگر انہوں نے تو کسی مخصوص مذہب کی پابندی نہیں کی بلکہ عام آدمی کے لئے تو مخصوص مذہب اختیار کرنا ہی صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کر لیتا ہے تو اس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

جیسا کہ جب کوئی شخص محض زبانی کلامی یہ کہے کہ میں شافعی ہوں یا مالکی ہوں یا میں حنفی ہوں اور بے شک کہنے والا حنفی یا شافعی یا مالکی ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنے امام کے طریقہ کا پیروکار ہے تو صحیح اس وقت ہو گا جب وہ اپنے امام کے طریقے پر علم و معرفت اور استدلال کے ساتھ چلے۔

اور اگر وہ جاہل ہو اور اپنے امام کی سیرت سے بھی دور ہو اور اپنے امام کے علم اور طریقہ سے بھی اس کا واسطہ دور کا ہو تو یہ نسبت صحیح کیسے ہو گی؟ اللایہ کہ خالی (کھوکھلا) دعویٰ اور بے معنی بات کرنا بس۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دین کے مقابلے میں مذہب بنانے کا تصور ہی صحیح نہیں ہے اور اگر تصور کر لیا جائے تو کسی امتی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ امام کے مذہب کو اس حیثیت سے اختیار کرے کہ اس کے تو سارے اقوال لے لے اور دوسرے امام کے اقوال کو بالکل ہی چھوڑ دے۔ اور امت میں یہ ایک ایسی بد صورت اور بھی انک بدعت ہے جس کے جاری کرنے سے متعلق ائمہ اسلام میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا حالانکہ وہ قدر و منزلت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے مقام کو زیادہ بہتر طور پر جانتے تھے اور اس قول سے بہت دور تھے کہ وہ کہیں کہ علماء میں سے کسی ایک کے مذہب کو کوئی اختیار کر لے اور اس بات سے بھی بہت دور تھے کہ وہ یہ کہیں کہ کوئی شخص مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کو اپنے لئے لازمی اور ضروری سمجھے۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ علیہ السلام تابعین، تبع تابعین اور تمام ائمہ اسلام کے مذاہب تو ختم ہو جائیں مگر بعض ائمہ اور فقهاء کے درمیان مذاہب اربعہ ہی باقی رہ جائیں۔

اور مقلدین سے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ جن ائمہ کے مذہب پر تمہارا عمل ہے کیا انہوں نے تم سے کہا تھا کہ ہمارے فتوؤں پر عمل کرنا یا اپنے مذہب کی طرف انہوں نے تمہیں دعوت دی تھی یا ان

کے کلام سے کوئی ایک لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ حدیث کے مقابلے میں میرے مذهب پر ڈٹ جانا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام تابعین اور تنقیح تابعین پر واجب کیا ہی بعد میں قیامت تک آنے والوں پر واجب ہے۔

الا یہ کہ زمان و مکان و حالت اور کیفیت بدل جائے اور نفس نفس کسی مذهب کو اختیار کر لینا فساد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مقلد جب کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھے گا یا اپنے امام کے قول کے علاوہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول کو دیکھے گا تو وہ نص اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دے گا اور ان دونوں پر اپنے امام کے قول کو ترجیح دے گا اور اسی لئے باجماع امت (اممہ اربعہ کے پیروکاروں میں سے) فتویٰ لینے والے کو چاہئے کہ وہ فتویٰ لیتے وقت اممہ اربعہ میں سے کسی مخصوص امام کا فتویٰ نہ مانگے اور نہ ہی مفتی کو چاہئے کہ وہ فتویٰ دیتے وقت کسی مخصوص امام کے مذهب کی پابندی کرے اور نہ ہی عالم پر واجب ہے کہ وہ حدیث کو اہل مدینہ یا غیر اہل مدینہ کے عمل کے ساتھ مقید کرے۔

بلکہ جب صحیح حدیث آجائے تو اس پر عمل کرنا ہر مسلم پر واجب ہے۔ وہ حجازی ہو یا عراقی ہو شامی ہو یا مصری ہو یا یمنی ہو اور اسی طرح باتفاق مسلمین کسی انسان پر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سات مشہور قرأتوں میں سے کسی ایک قرأت کا پابند ہو کر رہ جائے بلکہ جب قرآن کی رسم القرأت موافقت کرے اور عربی میں بھی صحیح ہو اور اس کی سند بھی صحیح ہو تو اس کے ساتھ قرأت قرآن کرنا صحیح ہو گا اور اس قرأت کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اسے ابوالبرکات ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔

اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مذاہب میں رخصت کو تلاش کرتا پھرے اور اپنے مقصد کے عمل کو جس مذهب میں پائے اسے لے لے بلکہ ممکن حد تک اس پر حق کی پیروی کرنا ضروری ہے اور یہی حق ہے۔

۱۹۶۳۷

فصل

میں یہاں بعض ان اسباب کا ذکر کروں گا، جو دنیا میں ان مذاہب کے فروغ کا سبب بنے تاکہ یہ واقعات اہل عقل اور ہر اس شخص کے لئے باعث عبرت ہوں جو انہیں کان لگا کر اور دل و دماغ کی حاضری سے نہ۔

تاریخ کی کتابوں میں احمد مقری المغربی نے اپنی کتاب ”نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب“ کی تیسرا جلد کے صفحہ نمبر ۱۵۸ میں کہا ہے کہ اہل مغرب کا امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ اہل مغرب اور اہل اندلس قدیم زمانے سے اہل شام اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے مذہب پر تھے۔

تو حکم بن ہشام بن عبد الرحمن الداخل جو اموی خاندان سے اندلس کا تیسرا فرمائزا و تھا کی حکومت میں فتویٰ امام مالک بن انس علیہما الرحمۃ اور اہل مدینہ کی طرف منتقل ہوا اور یہ حکم کی رائے اور اس کی سیاسی مصلحت کے تحت ہوا اور علماء نے اس کے مقتضائے کے سبب میں اختلاف کیا تو جمہور اس طرف گئے کہ اس کا سبب علماء اندلس کا مدینہ کی طرف جاتا ہے۔

تجب وہ مدینہ سے اندلس کی طرف واپس لوئے تو انہوں نے ایام مالک رحمہ اللہ کی فضیلت اور ان کی وسعت علمی اور ان کی عظمت بیان کی تو لوگوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی عظمت کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ ان کے مذہب کو بھی اختیار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کسی اندلسی سے اندلس کے فرمائزا کی سیرت کے بارے میں پوچھا تو جو سیرت اس نے بیان کی وہ امام مالک رحمہ اللہ کو پسند آئی کیونکہ اس وقت بنو عباس کی سیرت ناقابلٰ تحسین تھی۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے بتانے والے سے یہ کہا کہ ہم صرف اللہ ہی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حرم کو تمہارے بادشاہ کے سبب زینت بخشنے۔

پھر مسئلہ کو اندلس کے حکمران کی طرف بڑھا دیا گیا باوجود اس کے کہ وہ امام مالک رحمہ اللہ کے

دینی مقام کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے لوگوں کو امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب اپنائے کی رغبت دلائی اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے مذہب کو ترک کرنے کا حکم دیا (اس واقعہ کی حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

پھر مغربی بادشاہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ حکم اور عمل صرف اس پر ہو گا جسے صرف ابن القاسم نے اختیار کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مذاہب بادشاہوں کا کھلوتا اور ان کی سیاست بنے رہے۔ مخصوصی نے کہا:

”اگر آپ مذاہب کے وجود اور جنم کے اسباب پر مطلع اور باخبر ہونا چاہیں تو مقدمہ تاریخ ابن خلدون کا مطالعہ کریں جس میں علامہ ابن خلدون نے مذاہب کے وقوع اور فروغ کا سبب عجمی خود غرض بادشاہوں کی ظالم اور غاصب سیاست بتائی ہے۔“ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ”اغاثۃ اللہفان من مصائب الشیطان“ کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۱۲۵ میں لکھا ہے کہ:

”یہ شیطان کے مکروہ فریب میں سے ہے کہ اس نے لوگوں کو ایک مخصوص طرز و انداز کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ وہ ایک مخصوص لباس، مخصوص وضع قطع اور ایک مخصوص استاد اور ایک مصنوعی طریقة اور ایک مخصوص مذہب اختیار کریں اور ان چیزوں کو دیگر فرائض کی طرح اپنے اوپر لازم سمجھیں۔ لہذا اب مقلدین اس مخصوص طرز و انداز سے نہ تو خود نکلتے بلکہ اس چنگل سے نکلنے والوں پر الثالث تقدیم اور ان کی مذمت کرتے ہیں۔“

جیسا کہ مخصوص مقلدین اور تصوف کے مختلف اصحاب طریقت مثلاً نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، شاذیہ اور تیجانیہ وغیرہ کا حال ہے اور یہ لوگ شریعت اور حقیقت سے ہٹ کر رسول کے تحفظ میں مصروف ہو گئے۔ نہ اہل فقہ کے ساتھ ہوئے اور نہ ہی اہل حقائق کے ساتھ ہوئے۔

اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ہدایت مبارکہ اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں غور کرے گا وہ مقلدین کی ہدایت میں تعارض پائے گا اور آپ ﷺ اور رب ذوالجلال کی ہدایت میں کوئی اختلاف نہیں پائے گا۔ پس آپ ﷺ اور ان (مقلدین) کی ہدایت میں بہت فرق ہے۔

معصومی نے کہا:

”اگر تم ان مختلف مذاہب سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کا یہی انتشار معلوم کرنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ آپ ”اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان“ کا خصوصی طور پر مطالعہ کریں اور اس قسم کی دیگر کتب کا مطالعہ کریں کیونکہ ان میں ابن سینا، نصیر طوسی اور فاطمی غلاموں وغیرہ کی اور جملہ دشمنان اسلام دیسیس کاریوں کا بیان ہے جنہوں نے اسلام میں تبدیلیاں کیں اور مسلمانوں کو مذہبی گروہ بندیوں سے دوچار کیا۔“

امام شہاب الدین عبد الرحمن المعروف ابو شامة (متوفی ۶۶۵ھ) نے اپنی کتاب ”المومل للرَّدِّ إلَى الْأَمْرِ الْأَوَّلِ“ کی پہلی جلد کے ص ۱۰ پر لکھا ہے کہ لوگوں نے علوم قرآن میں سے قرآن کی سورتوں کے حفظ اور اس کی بعض قرأت کو نقل کرنے پر قناعت کی اور اس کے علم تفسیر علم معانی اور اس کے احکام کے استنباط سے غفلت کے مرتكب رہے اور اپنے اسامیہ جن میں اکثر تو جاہل تھے سے علم حدیث کی بعض کتابوں کی ساعت پر قناعت کی اور مقلدین میں سے بعض نے لوگوں کی سوچ و فکر کی جھاڑ چھنکار پر قناعت کی اور بعض نے ان کے مذاہب کو نقل کرنے پر قناعت کی اور جب بعض عارفوں سے مذہب کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مذہب کا معنی دین ہے اور کیا ہی اللہ تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے:

”وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ مِنَ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شَيْعَاتٍ كُلُّ حِزْبٍ بِتَمَّا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○“ (الروم : ۳۲ - ۳۱)

ترجمہ: ”اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے نہ صرف دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا بلکہ خود بھی گروہ بندی کا شکار ہوئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔“ اور اس کے باوجود یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بڑے علماء ہیں حالانکہ وہ اللہ اور علماء کے نزدیک بدترین جاہل ہیں۔

مزید اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۱۵ پر یہ بھی لکھا ہے کہ مقلدین نے اپنے ائمہ کی تقلید کی جو کہ

حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق

۔ ”اَتَخَذُوا اَخْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ ذُوْنِ اللَّهِ“ (التعیہ : ۳۱)

یعنی ”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور رویشوں کو رب بنا لیا۔“

ان کلمات کو جمع کرنے والے ابو عبد الرحمن محمد سلطان الموصوی نے کہا ”یہ آخری کلمات ہیں، جنہیں جمع کرنے کی میں نے نیت کی جن کا تعلق مذاہب کی تقليد کے مسئلہ سے ہے جو کہ مشرق بعید کے ملک چاپان کے دور راز شہروں تک پہنچا ہوا ہے اور میں نے انہی کلمات پر اتفاقہ کیا ہے اس لئے کہ قطرہ سمندر پر دلالت کرتا ہے اور اللہ ہی سے سوال ہے کہ وہ اسے عوام الناس کے لئے فائدہ مند بنائے اور خالصتاً اپنی رضا کے لئے قبول کرے اور نعمتوں سے بھر پور جنت میں داخلے کا سبب بنائے اور اس وقت میں اللہ کے امن والے شہر میں اور مسجد حرام سے قریب بخاری گلی میں واقع اپنے گھر سے یہ کلمات لکھ رہا ہوں۔

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ضمیمہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	تبرہ	۲
۲	نومسلموں کی تعداد میں اضافہ	۳
۳	کلمہ مترجم	۴
۴	مراجع و مصادر	۱۵
۵	اشاریہ	۱۸

تبصرہ

ماہنامہ الصدیق کراچی س دسمبر ۲۰۰۳ء

زیرنظر کتاب فضیلۃ الشیخ محمد سلطان الجندی الہمکی کی عربی تالیف "هل المسلم ملزم باتباع مذهب من المذاهب الاربعة" کا اردو ترجمہ ہے۔ اہل علم میں شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جو اشیخ محمد سلطان المحسومی کی علمی قدر و منزلت اور قد آوری کی معترض نہ ہو جس محنت شاقہ اور دیق نظری سے انہوں نے رو تقلید اور اس کے مضرات پر دلائل النافع اور برائین قاطع سے بحث فرمائی ہے وہ ان کی عالی مرتبت اور علمی شخصیت کا مظہر ہے انہوں نے چند نو مسلم جاپانیوں کے سوالات جو تقلید اور رو تقلید کے پس منظر میں کیے گئے تھے ان کے جوابات کو ایک ایسے نسخہ کیا کی شکل عطا کر دی ہے جو متلاشیان را حق کے لیے نشان منزل ہے۔ اس کتاب کی افادیت اس لیے بھی دیگر و مقدم ہے کہ اس میں سمندر کوکوزے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی کم سے کم اوراق پر وافر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ علم و ادب کی نادر تصنیف کا اردو ترجمہ محمد یوسف نعیم صاحب (استاد جامعۃ احسان) نے فرمایا ہے۔ اسلام سے شغف رکھنے والے اشخاص جناب محمد یوسف نعیم کے اسلوب ترجمہ اور علمی کوشش و سعی سے با خوبی آگاہ ہیں۔ ان کی خوبی جوان کو دوسرے مترجموں سے ممتاز کرتی ہے وہ مصنف کی مکمل اور ہو ہو ترجمانی ہے جو کسی بھی مترجم کے معیار کی کسوٹی اور میزان کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمارے خیال میں اس کتاب کو پڑھنا اس سے استفادہ کرنا مصنف و مترجم کی کوششوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

نومسلموں کی تعداد میں اضافہ

روس میں قائم مسلمانوں کے دارالافتاء کی معتبر اطلاع کے مطابق روس میں دن بہ دن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے تفصیلات کے مطابق صرف اس سال جنوری سے اکتوبر تک تقریباً بیس ہزار روپی افراد نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا جبکہ ۲۰۰۳ء میں یہ تعداد ۱۵۳۰۰ اور ۲۰۰۲ء میں ۱۲۳۵۰ تھی اسلام قبول کرنے والوں میں ۶۰ فیصد روپی زاد لوگ ہیں جو اس سے قبل کسی بھی دین کے پیروکار نہیں تھے ان میں ۷۵ فیصد نوجوان لڑکیاں ہیں جن کی عمر ۱۷ اور ۲۱ برس کے درمیان بتلائی جاتی ہیں دارالافتاء کے ترجمان کے مطابق روس کے لوگ اسلام کے حوالے سے ہر دن اخبارات اور میڈیا کے ذریعے پڑھتے اور سننے لے آ رہے ہیں کہ یہ ایک اقلیتی طبقہ کا دین ہے جو دنیا کی سپر پا اور سے مقابلہ کر رہا ہے اور پے در پے شکستوں کے باوجود اس دین کے متوا لے آگے ہی بڑھ رہے ہیں ہر نکست ان کے اندر ایک نیا حوصلہ اور نئی ایمانی قوت کو ابھار دیتی ہے اس قسم کی خبریں روس کے لوگوں میں اس دین کے حوالے سے تجسس پیدا کر رہی ہیں بالآخر ان کا یہ تجسس انہیں دین کو اپنانے پر مجبور کر دیتا ہے واضح رہے کہ اس وقت روس میں مسلمانوں کی تعداد کا تناوب ۱۵ فیصد ہے جو وہاں کی مجموعی آبادی ۱۲۵ ملین میں ۲۳ ملین کی شکل میں آباد ہیں اور صرف اس کے دارالخلافہ ماسکو میں ۲ ملین مسلمان آباد ہیں روس کے کمیونزم سے نجات حاصل کرنے کے بعد مقامی مسلمانوں نے نہایت حکمت عملی کے ساتھ مقامی باشندوں میں اسلام کے تعارف کی مہم چلائی تھی جس کے دور روس اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

(ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور۔ ص۔ ۱۳۔ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۳ء تا ۶ جنوری ۲۰۰۵ء)

کلمہ مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ。 إِمَّا بَعْدٌ。 فَاعُوذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ， (أَلَيْوَمْ أَكُتْلُثُ لَكُمْ وَيُنْكُمْ وَأَتُمْسِثُ عَلَيْكُمْ
يُغْتَنِي وَرَضِيَّتُ لَكُمُ الْإِسْنَدَ وَيُنَادِ قَتَنْ اضْطَرَّ فِي مَغْتَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَاوِفٍ
لِإِلَيْهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ) (المائدہ۔ ۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ”نظام زندگی“ کو دین سے تعبیر فرمایا ہے لفظ ”دین“ ہی کوفوس اور ہائی
لاست کیا ہے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی پیروی میں ”اسلامی نظام زندگی“ کو دین ہی کہنا چاہئے۔ یہی
بہتر ہے اور ”نظام زندگی“ کے لئے انہی الفاظ کا استعمال ہی بہترین تعبیر ہے۔ باقی رہانیت کا
معاملہ تو یہ بعد کی بات ہے پہلے تو اللہ کے الفاظ کی پیروی کریں۔ یہ بات کتنی معنی خیز ہے کہ جب
تک مسلمان دین کی بات کرتے رہے ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک رہے اور جب دین
کے علاوہ (مذہب) کی بات شروع ہوئی تو مسلمان باہمی جنگ و جدل کا شکار ہو گئے اور یہ سلسلہ
تاخال جاری ہے۔

قارئین محترم اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے اگر ہم درج ذیل آیات و احادیث کے حوالوں کا
مطالعہ کر لیں تو ایسے لگے کہ مسئلہ کی تخلیص یہ ہے اور تفصیل کتاب ہے۔

(۱) فَلْ إِنْ كُنْتُمْ تُجْبِيْنَ اللّٰهَ فَأَتَيْبُ عَوْنَى يُجْبِيْنَ كُمَّ اللّٰهُ (آل عمران۔ ۳۱)

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (آل عمران۔ ۱۶۳)

(۳) فَإِنْ تَنَازَرْ عَثْمَ فِي شَيْءٍ فَرُتْكُوا إِلٰى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (النساء۔ ۵۹)

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيَطَّعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (النساء۔ ۶۳)

(۵) وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ (النساء۔ ۶۹)

(۶) مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء۔ ۸۰)

(۷) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعَ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهُ مَا تَوَلَّ وَنُصْلِهُ جَهَنَّمَ وَسَاءُتْ مَصِيرًا (النساء۔ ۱۱۵)

(۸) وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ (الانعام۔ ۱۵۳)

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَآتِيْعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد۔ ۳۳)

(۱۰) مَا أَضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَىٰ (الجم۔ ۲، ۳)

ذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے کہلوایا کہ ”کہہ دعیجے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو“

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ اتباع سنت کے بغیر بے معنی ہے والا یت کے لئے ولی اللہ کا تبع سنت ہونا از حد ضروری ہے اور اتباع سنت ہی کسی ولی کی کرامت ہے۔ باقی رہا ائمہ اور فقہاء کا معاملہ تو ان کے لئے بھی یہی قائدہ کلیہ ہے۔ (قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ملے گا قل ان کنتم تحبوبون الله فاتبعوا امام مالک^{رض} / امام شافعی^{رض} / امام احمد بن حنبل^{رض} / امام ابی حنیفہ^{رض}۔ تو معلوم ہوا کہ اتباع سنت کسی بھی امام کی تقلید پر مقدم ہے)

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”بَلْ كَمَ الَّذِي نَعْلَمُ مِنْ مُؤْمِنِينَ فَرَبِّكُمْ
إِنَّمَا يَعْلَمُ مِنْ أَعْلَمَكُمْ“ (آل عمران۔ ۶۴) اسی آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول کو انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔

معلوم یہ ہوا کہ رسول امام پر مقدم ہے اور افضل ہے اور مزید یہ کہ رسول امام بھی ہوتا ہے اور ”وجی“ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے رابطے میں ہوتا ہے جبکہ اس کے علاوہ امام چار ہوں یا اس سے زائد کسی امام پر وجوہ نازل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے کسی بھی مسئلہ میں اسے قیاس یا اجتہاد کرنا پڑتا۔ یا ذاتی رائے دینا پڑتی۔ اور یہ چیزیں وجوہ کے مقابلے میں ادنیٰ ہیں اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کو قبول کرنا تو قیاس اور اجتہاد کے بھی منافی ہے۔

تیسرا آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

”اگر کسی چیز میں تمہارا تنازع ہو جائے تو اس (معاٹے / مسئلے) کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو“
نہیں فرمایا کہ کسی امام یا مجتہد کی طرف لوٹا دو۔ تو معلوم ہوا کہ رسول کا رتبہ امام یا مجتہد سے اعلیٰ ترین ہے۔

چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

”ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا گرتا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے“

جبکہ اس قسم کے الفاظ کسی فقیہ، مجتہد یا امام کے بارے میں آپ کو قرآن میں کہیں نہیں ملیں گے۔ آیت کے اندر ”باذن اللہ“ کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کبھی رسول اللہ کے حکم کی بات نہ کر رہے ہوں تو ایسی صورت میں اطاعت کی پابندی ضروری بھی نہیں۔ جیسا کہ رافع بن ختنؑ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب (بھرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کبھوڑ کے درختوں میں ”تاہیر“ (شگونے) کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ”یتم کیا کرتے ہو؟“ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ایسا ہی کرتے چلے آرہے ہیں آپ نے فرمایا ”شاید اگر تم نہ کرو تو بہتر ہوگا“ لوگوں نے اس سال تاہیر کا عمل چھوڑ دیا تو اس سال کبھوڑ کے درختوں پر سبیا کم پھل آیا: راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس کا تذکرہ آپ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا ”یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں اگر میں تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اس کو مان لو اور اگر میں اپنی رائے سے کوئی بات بتاؤں تو (اس کا مانا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے اس لئے کہ) یقیناً میں ایک انسان ہی ہوں“ (صحیح مسلم) [مشکوہ المصایب۔ الجزء الاول۔ کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالكتاب والسنۃ۔ الفصل الاول]

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بریرہؓ کا خاوند جسے مغیثؓ کہا جاتا تھا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ہس کے پیچھے گوم رہا ہے اور رورہا ہے اور اس کی داڑھی پر اس کے آنسو بہرہ رہے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا اے عباس کیا آپ کو مغیثؓ کی بریرہؓ سے محبت پر تعجب نہیں ہو رہا تو آپ ﷺ نے (بریرہؓ سے) فرمایا اگر تم اس کی طرف رجوع کرلو۔ تو اس (مغیرہؓ) نے کہا

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں، اس نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری۔ باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج) تو معلوم یہ ہوا کہ ذاتی رائے کا استعمال دنیاوی امور میں تو ہو سکتا ہے مگر دینی امور میں نہیں لحدا جب دنیاوی معاملات میں صحابیؓ /صحابیؓ کے نبی ﷺ کی ذاتی رائے کے انکار پر ان کے دین میں کوئی فرق نہ پڑا تو کسی امام یا مجتهد کی رائے نہ ماننے سے کوئی مسلمان بے دین کیسے ہو سکتا ہے؟ پانچ یہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہو گا“

معلوم یہ ہوا کہ ان مذکور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا اعزاز اطاعت رسول کی برکت سے ہی نصیب ہو گا۔ کسی امام یا مجتهد اور فقیہ کی فقہ کی پابندی سے نہ ہو گا۔ اور یہ اعزاز اتنا بڑا ہے کہ اس کے لئے حضرت یوسفؑ نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ ”تَوَفَّيْنِي مُسْلِمًا وَأَلْحَقْنِي
بِالضَّلِّيْجِنَّ“ (سورہ یوسف۔ ۱۰۱)

چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“

معلوم یہ ہوا کہ رسول کی اطاعت کے بغیر انسان دنیا میں بھی ادھورا، آخرت میں بھی ادھورا لحدا دنیاوی اور دینی رہبری کے لئے انہر کے اقوال، ان کے اجتماعات اور ان کی فقہ انسانیت کو نہ دینی نقصان سے بچا سکتی ہے نہ دنیاوی نقصان سے بچا سکتی ہے۔

ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جو ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے غیر کے راستے پر چلا“

اس آیت کے اندر کتنی بڑی دھمکی، انتباہ اور وارنگ ہے کہ مسلمان اس کو سمجھ جائے تو اس پر لرزہ طاری ہو جائے۔ کہ رسول کی مخالفت مومن کرے یا غیر مومن کرے تو اس کی دنیا بھی بے سکون اس کی آخرت بھی تباہ۔ یاد رکھیے مخالفت ہوتی ہی سوچی بھی پلانگ کے ساتھ ہے جبکہ اختلاف نا

اسلام اور فقیہی مکاتب لگر (ایک مختصر جائزہ)

دانشگی کی حالت میں عموماً ہوتا ہے۔

یہ آیت اتری تو چودہ سو سال پہلے مگر اس کی تاثیر اور اثرات اس دنیا کے آخری انسان پر بھی قائم ہیں۔ (حیرت ہے کہ آج تک اس آیت کے اندر نہ تو کوئی تبدیلی کر سکا اور نہ ہی کوئی انسان اس آیت کے حصار سے باہر نکل سکتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ کتبابرا اعجاز ہے) میراول کہتا ہے کہ میں یہ لکھوں کہ ساری دنیا کا انسانی فکر جمع ہو کر بھی ایسی آیت بنانہیں سکتا۔ ”فُلَّٰهُنَّ اجْتَمَعُوا
الْأَنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوَا بِيَمْغَلِّ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمَغْلِلَهُ“ [بنی اسرائیل۔ ۸۸] پھر ہم ان سے کیوں دور دور رہتے ہیں جو صرف قرآن و حدیث ہی کی بات کرتے ہیں۔

آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

”اوْرَيْهِ مِيرَ سَيِّدِ حَارَاسَتِهِ ہے تم اس کی اتِبَاعٍ کرو اور دِیگر راستوں پر نہ چلو“ معلوم یہ ہوا کہ سید حا راستہ پیغمبرؐ کا ہے اور اس راستے پر چلنے سے ”حبل اللہ“ (اللہ تعالیٰ کی رسی) پکڑنا نصیب ہو جاتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی پکڑنڈی ہے جس پر چلتے چلتے بالآخر انسان جنت میں پہنچ جاتا ہے اور اگر ایک کشتی میں سوار ہونے کی بجائے دوسری کشتی میں بھی پاؤں رکھ دے تو مسافر کا انعام کیا ہوگا۔ پھر خالق کل شاء (ہر چیز کے خالق) کا یہ فرمان بھی ہے آللہ الخلق
وَالْأَمْرُ (الاعراف۔ ۵۲) ”خبردار اسی کی مخلوق اور اسی ہی کا حکم ہے“

سب انسان اللہ کی نعمتیں کھا رہے ہیں کسی امام یا فقیہ کی نہیں لہذا اللہ ہی کا حکم ہے اس کے رسول کی پیروی کی جائے اور سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ کسی امام یا فقیہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ رسول کی حدیث کے مقابلے میں میرے قیاس، اقوال یا فتنے کی پیروی کرو۔ ایسی صورت میں سنت کے ہوتے ہوئے فتنہ کا پیر و کارا پسے عمل کا خود ذمہ دار ہو گا کل روز محشر ہر امام و مجتہد اپنے پیر و کاروں سے برأت کا اظہار کر دیں گے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کافرمان ہے۔

”إِذْ تَبَرَّأَ الظَّنِينَ أَتُبِعُوا مِنَ الظَّنِينَ أَتَبْعُوا“ (ابقرة۔ ۱۶۶) ”جب اتباع کئے گئے ان سے لا تعلقی کا اظہار کریں گے جنہوں نے (ان کی) پیروی کی“ اس آیت کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں غصہ نہ کریں، غصب ناک نہ ہوں۔ تخلی، صبر اور برداشت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اللہ تعالیٰ ظالم نہیں وہ اپنے بندوں پر نہ ظلم کرتا ہے نہ کرنا چاہتا ہے

نویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

”اے مومن! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو“

معلوم یہ ہوا کہ پیغمبرؐ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مومن اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کا پابند ہو جاتا ہے۔ ملازم اگر مالک یا افسر کو مالک اور افسر سمجھنے کے باوجود اس کے حکم کی پابندی نہ کرتے تو اسے خوف رہتا ہے کہ میرے خلاف ایکش ہو گا اس صورت میں اسے ملازمت سے برخاست بھی کیا جاسکتا ہے۔ تو کیا خیال ہے اگر کوئی مومن اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لانے کے دعوے کے باوجود [کسی بھی انداز سے] انکار کرے کہ میں بات نہیں مانوں گا اور عمل اداہ ایسا کر بھی دکھائے تو کیا ایسے میں کیا مومن کا ایمان اسے فائدہ دے گا؟! بس آپ غور سمجھئے غصہ نہ سمجھئے:

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور وہ (پیغمبرؐ) اپنی خواہش سے نہیں بولتا، مگر وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے“
دین کا معاملہ اتنا ہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی اپنی ذاتی رائے اور قیاس پیش نہیں کر سکتا اور وہی کے انتظار کا پابند ہوتا ہے۔ تو پھر انہم کرام کے اجتہادات، ان کی فقہہ اور قیاس کا اللہ کے نزد یک کیا مقام و مرتبہ ہو گا کہ انہم کرام کی فقہہ پر تو شدومہ کے ساتھ لوگوں کو عمل کرنے کے لئے کہیں مگر حدیث پر عمل کے معاملے میں لیت ولع سے کام لیں۔ دیگر یہ کہ لگتا یہ ہے کہ یہ آیات منطق و فلسفہ وغیرہ کا بھی رد کرتی ہیں۔ اسی طرح ”سنن ابن داؤد“ کے ”باب اجتناب الراء والقياس“ کا مطالعہ آپ کو زیر بحث مسئلہ میں بہت فائدہ پہنچائے گا۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

اس کتاب میں احمد مقری المغربی کی ایک حوالہ جاتی کتاب ”فتح الطیب“ کے بارے میں علامہ محمد اقبالؒ کا کہنا ہے ”المقری نے اپنیں کی شاہ کار تاریخ مرتب کرنے میں جوز بردست محنت اور کاوش کی ہے مسلمانوں کو اسے کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے (روزگار فقیر۔ جلد اول۔ ص۔ ۹۶۔

- ۹۷ ”بنت میں داخلہ“ مرتب نقیر و حیدر الدین ”فتح الطیب“ کراچی کی مجلس علمی لائبریری (جشیدروڈ متصل P.S.O پڑوں پپ) میں ہے۔

پیش نگاہ کتاب کے مؤلف کے نام کے آخر میں الجندی سے متعلق بعض قارئین نے استفسار کیا تھا کہ اس بارے میں کچھ بتا سکیں۔ تو قارئین کرام کے تسلیم ذوق کے لئے مختلف کتب خانوں کے وزٹ کے دوڑاں میری نظر ایک کتاب پر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا ”افضل جند“ جسے ڈاکٹر ریحانہ خاتون نے مرتب کیا جند کے بارے میں جانے کے لئے معلوماتی و تفصیلی کتاب ہے یہ کتاب دہلی۔ انڈیا سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے ”ترکی انسائیکلو پیڈیا“ کا حوالہ دیتے ہوئے ”جند“ کے زیر عنوان لکھا ہے۔

”ماوراء انہر کے مشہور شہروں میں سے ایک جند ہے۔“

(افضل جند۔ ص۔ ۷۔ ۸۔ سال اشاعت۔ ۱۹۹۱ء۔ دہلی)

سعید احمد عباسی نے اپنے کالم ”سب کی باری“ میں لکھا ہے

”قدیم تاریخی کتابوں میں جن علاقوں کو ماوراء انہر کا نام دیا گیا ہے آج انہیں مشرق و سطحی کی نو آزاد ریاستیں کہا جاتا ہے“ (روزنامہ امت کراچی۔ ۲۔ اگست ۲۰۰۷ء) سفر کیوں ؟ کے تحت آصف جیلانی نے لکھا ہے ”وسط ایشیا کا وسیع و عریض علاقہ، شمال میں جس کی حدیں روی سائبیریا کے نزدیک میدانوں کو چھوٹی ہیں اور جنوب میں، افغانستان اور ایران سے ملتی ہیں، ڈیڑھ سو سال پہلے توران یا ماوراء انہر کہلاتا۔۔۔ ماوراء انہر یوں کا یہ علاقہ، دریائے چیزوں کے اس پار ہے۔ (و سط ایشیا ”نئی آزادی، نئے چیزیں“ ص۔ ۹۔ ناشر۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور)

علامہ اقبال نے بھی اپنے کلام میں ایک مقام پر ”توران“ کا تذکرہ کیا ہے
بتاں رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تو رانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

www.KitaboSunnat.com

مولانا کوثر نیازی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

”جنہ کا نام اب لین بن آباد ہے۔“ (کوہ قاف کے دلیں میں ص۔ ۶۲)

پیش نگاہ کتاب میں مؤلف نے اپنے ایک مکالے کا ذکر کیا ہے جو حالت نماز میں تشهد کے دوران اگذشت شہادت ہلانے سے متعلق ہے جو فقهاء، مجتہدین، محدثین صحابہ کرامؐ کے علاوہ پیغمبرؐ کی سنت سے ثابت ہے مگر بعض اہل مذهب نے محض اس لئے ام سمجھ لیا کہ ان کے امام سے یہ عمل ثابت نہیں۔ میں ملا علی قاری الحنفیؓ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جنہوں نے دفاع سنت میں (تذییین العبارۃ لتحسين الاشارۃ) کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا اسی طرح میں ان حضرات کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں جن کی اس سنت کے دفاع میں انگلیاں توڑی گئیں یا انھیں ابھرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ (اس درجے کا اختلاف کم علمی، غلط فہمی، یا اپنے مکتبہ فکر کی صحت پر انتہائی درجے کے اعتقاد ہی کے باعث ہو سکتا ہے) ذرا فصیل کے لئے مطالعہ فرمائیں (تذکرہ علمائے خانپور (صلح ہزارہ) مسئلہ رفع سبابہ۔ ص۔ ۱۹۶۔ از۔ مولانا قاضی محمد عبد اللہؓ۔ ناشر۔ المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور۔ طبع۔ جولائی ۱۹۸۵ء) بہت سارے لوگوں نے لکھا ہے اور بہت سارے سمجھتے اور کہتے ہیں کہ دین اور مذہب ایک ہی چیز کے دوناں ہیں۔

جبکہ حقیقت میں دین وہ ہوتا ہے جو آسمان سے آئے اور انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کرے (جس کا مأخذ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ کیوں کہ تکرار کے ساتھ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔) ”فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ يُمْكِنُ لَهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ تَحْمِلُهُ“ کے مطابق جب ہمارے تنازع کے حل کا مرجع اور حاکم بالآخر اللہ اور رسول ﷺ ہی تھا۔ تو پھر ان دونوں کے سوا کوئی تیسری یا پتوچی شے دین اسلام کا مأخذ کیسے قرار پاسکتی ہے۔ اسی ضمن میں کہنا چاہوں گا کچھ لوگ قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت یا اپنے دماغ یا عقل کے عشق پر لڑانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ عہد نبوت کے لوگ بڑے عقیل و فہیم تھے مگر

اسلام اور فقیہی مکاتب قلم (ایک حقیقی جائزہ)

۱۲

عربی لغت اور محض عقل سے وہ قرآن کو نہ سمجھ سکتے تو انھیں رسول اکرم ﷺ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ (قرآن مجید کے اندر ”یَسْأَلُونَكُمْ“ کے متعدد صیغے اسی بات ہی کی طرف نشاندہی کرتے ہیں۔ محمد اقبال کیلائی کی کتاب ”اتباع سنت کے مسائل“ کے ص۔ ۸۳۔ پر صحابہؓ کے فہم قرآن کے حوالے سے سوالات دیکھے جاسکتے ہی اور آپ ﷺ کا فرمان [عن جابر۔ شفاء العی السؤال] ”مشکوہة المصايح۔ الجزء الاول۔ للالبانی۔ کتاب الطهارة۔ باب التیم۔ الفصل الثاني۔“ (یعنی: علمی کا علاج پوچھ لینا ہے) اور خود قرآن مجید میں ہے ”فَسَأَلُوكُمْ أَهْلَ الْذِيْنَ كُرِّبَ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ اگر معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ (الخل۔ ۲۳)

آپ ﷺ سائلین کو وحی کے ذریعے جواب دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهُوَإِلَّا وَمَنْ يُؤْمِنُ (النجم ۳-۳)

اور مذہب وہ ہوتا ہے جو انسان کے دل و دماغ سے بصورت قیاس، رائے، یا جتہاد آئے۔ حریت کی بات ہے دین سے مراد غلام احمد پرویز کی سمجھ میں صرف نظام حکومت ہی آیا (عمر فاروقؓ شاہ کار رسالت۔ ص۔ ۳۲۔ تیسرا باب۔ مصنف۔ غلام احمد پرویز۔ طبع۔ چارم ۱۹۸۷ء) میں غلام احمد پرویز کے پیر و کاروں کو ”سنن ابن ماجہ۔ جلد اول“ باب اتباع سنت رسول اللہ اور ”باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ“ کے مطالعہ کا مشورہ دوں گا۔ عربی میں کہتے ہیں ”لناس فيما يعشرون مذاہب“

اب ایک دوسرے طریقے سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ مذہب کا معنی دین نہیں ہوتا یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کو خدا کہے یا خدا کہہ کر اللہ مراد لے حالانکہ اللہ کے اسماء الحسنی (ذاتی یا صفاتی ناموں) میں سے یہ کوئی نام نہیں۔

”عہد صحابہؓ کی ذہنیت“

کے تحت مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے

(۱) روایت میں ہے ”صلیت مع عمر ﷺ بطرق مکہ صلوٰۃ الصبح ثم رأى الناس يذهبون مذاهب فقال أين يذهب هؤلاء؟ فقيل مسجد صلی فیه النبی ﷺ فهم يصلون فيه“ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ مکہ جاتے ہوئے صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت نے دیکھا لوگ مختلف راستوں سے کسی طرف جا رہے ہیں پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ کسی نے کہا یہاں ایک مسجد ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی اس لئے یہ لوگ بھی چاہتے ہیں کہ وہاں نماز پڑھیں (تبرکات آزاد۔ ص۔ ۳۲۔ مرتب۔ غلام رسول مہر)

”اطلبوا العلم من المهد الى اللحد“ کے تحت علمی استعداد کو بڑھاتے رہنا چاہیے اور اختلاف ہو جانے کی صورت میں بہتر، اولی و افضل کی طرف رجوع کرنا چاہیے حق کو ایک امام میں محصور سمجھنا حقائق کے منافی ہے۔ مولا نا الطاف حسین حالی“ نے شاید ایسے ہی کسی موقع پر کہا ہو گا۔

ہے جتنجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

اب نہہرتی ہے دی کھینے جا کر نظر کہاں

(شب سخن۔ ص۔ ۵۳۔ مجلہ ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۰ء شوکت ثریا کالج آف لبرل آرٹس اینڈ سوشل سائنسز۔ ہمدرد یونیورسٹی)

تقلید کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ اچھا بھلا مسلمان سنت کو سنت کہنے سے بچکھتا ہے یا اس لئے انکار کر دیتا ہے کہ اس کے امام نے اسے سنت نہیں کہا ہوتا۔ کیا سنت کے ساتھ یہی رویہ صدیقؓ و فاروقؓ اور علیؓ و عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ کا بھی تھا؟

پیش نگاہ تحریر میں انہوں اور بیگانوں سے کی جانے والی باتیں انہی کے مفاد کی خاطر ہیں۔ لہذا

انہی کے مطلب کی کہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چرانگ میرا ہے رات ان کی

قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے پیش نگاہ کتاب کے مأخذ و مراجع اور اشاریہ کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے اپنی بساط کے مطابق میں نے کتاب کے موضوع سے متعلق اپنی تاقص معلومات (بطور یاد

اسلام اور فقہی مکاتب لگر (ایک صحیح جائزہ)

دہانی) پیش کردی ہیں بعضاً بشریت کسی بھی قسم کی بھول چوک سے اپنے آپ کو مبرراً قرار نہیں دیتا اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ اصلاح احوال و اعمال تحریر کے لئے انسان زندگی کے آخری لمحات تک محتاج رہتا ہے۔ شاید اسی باعث ہی بعض مصنفوں / مؤلفین اپنی زندگی میں اپنی تحریریں شائع ہونے سے کتراتے رہے تاکہ مسودہ میں زیادہ سے زیادہ بہتری لائی جاسکے اور غلطی کے امکانات کو کم سے کم کیا جاسکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر ہوئے مسلمان بھائیوں کو تحد فرمادے فقہی نسبتوں نے جن کی فکری مست و متفرق اور راہوں کو جدا کر کے رکھ دیا اور اپنی معتقد شخصیت کے بارے میں اس حد تک دور نکل گئے گویا کہ بقول بابا غلام فرید ”

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں

(میڈا عشق وی توں۔ مرتب۔ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی۔ م۔ ۲۸۳۔ کافی۔ ۱۳۲۔ طالع۔ مکتبہ دانیال لاہور۔ ۲۰۰۱ء)

مگر علام اقبال نے شاید بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ کے حضور دعاء کی ہوگی۔ ع
بھنکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

(بانگ درا۔ دعا۔ ۲۱۲)

میری دانست کے مطابق پیش نگاہ کتاب کسی بھی مسلمان کی مخالفت میں نہیں لکھی گئی بلکہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے نانا اور مسلمانوں کے ائمہ کی واجب الاتباع ہستی حضرت محمد ﷺ کے دین کی حمایت اور اس کی سر بلندی کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ اسی تناظر میں ہی کیا جانا چاہیئے۔ اے اللہ! ہمیں حق کو سننے سنانے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرم۔ آمین۔

محمد یوسف نعیم

مسی ۲۰۱۱

مراجع و مصادر

نمبر شمار	نام کتب	مصنف / مؤلف / امرتب
1	قرآن مجید	
2	صحیح بخاری	امام بخاری
3	صحیح مسلم	امام مسلم
4	سنن ابو داؤد	امام ابو داؤد
5	جامع ترمذی	امام ترمذی
6	سنن نسائی	امام نسائی
7	مؤطراً امام مالک	امام مالک
8	مسند حمیدی	حافظ عبد اللہ بن الزیر الحمیدی
9	مکملۃ المصالح	محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی
10	طبرانی کبیر	امام طبرانی
11	مدونۃ مالک	سند بن عنان
12	عدۃ القاری	علامہ بدر الدین عینی
13	تفسیر المنار	اشیخ السید محمد رشید رضا
14	اوشع البرهان فی تفسیر القرآن	اشیخ محمد سلطان الحصوی
15	فتح البیان فی مقاصد القرآن	نواب صدیق حسن خان
16	آخری	امام ابن الصمام
17	روائعختار	ابن عابدین شاہی

اسلام اور فقیہ مکاتب کفر (ایک مختصر جائزہ)

۱۶

امام شاہ ولی اللہ	الانصار	18
امام العز بن عبد السلام	قواعد الاحکام	19
اشیخ الصالح الفلاحتی	ایقاظ حمّم اولی الابصار	20
امام ابن تیمیہ	القناۃ من الانصار	21
علامہ ابن بجیم	بخار الرائق	22
امام الشعراوی	تسبیہ المغترین	23
علامہ عبدالحق دہلوی	صراط مستقیم	24
احسین بن حنفیہ	روضۃ العلماء الزندویۃ	25
امام تیمیقی	کتاب الامتاع	26
اشیخ ابو یعقوب محمد بن یعقوب الکلینی	کافی	27
امام ابن قیم	اعلام المؤمنین	28
امام طحاوی	معانی الآثار	29
محمد بن محمود البارقی	العنایۃ (شرح الحمدۃ)	30
امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزوی	دلائل الکریمات	31
امام بو صیری (محمد بن سعید)	قصیدۃ البردة	32
امام ابن حام	فتح القدر	33
محمد بن عبد الرحمن بن محمد المسعودی	صلوۃ المسعودی	34
محمد بن حسام الدین الصحتانی	خلاصة الحجۃ	35
امام الشعراوی	میزان	36

تبلیغ ایام	37
مفاجع الغیب	38
معالم القریل	39
الاحیاء	40
قوت القلوب	41
مدارج السالکین	42
تفہیمات الاصحیہ	43
الحیط	44
اغاثۃ المھفان من مصائد الشیطان	45
مقدمة ابن خلدون	46
المؤول للرد على الامر الاول	47
نفع الطیب من غصن الاندلس الرطیب	48
البرهان الساطع في تبرؤ المتبوع من الواقع	49

اشاریہ

عنوان	نمبر شمار
انبیاء کرام	1
محمد ﷺ [۲۰] [۸۱، ۷۶، ۷۲، ۷۰، ۶۳، ۵۸، ۵۷، ۵۳]	
دین و مذہب	2
دین [۵۵، ۵۳، ۳۵، ۳۹، ۳۸، ۳۴، ۳۱، ۳۰، ۲۸، ۲۵، ۲۲، ۲۳، ۱۵، ۱۱، ۱۰، ۹، ۷]	
مذہب [۳۲، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۴، ۲۵، ۲۳، ۲۲، ۱۶، ۱۵، ۱۰، ۹۳، ۸۹]	
عقاتکد	3
توحید و رسالت [۱۹، ۱۸] حلول [۶۹] اتحاد [۷۰]	
خلفاء صحابہ	4
ابو بکر صدیقؓ [۶۵، ۶۲، ۳۳، ۳۲، ۳۳] عمر فاروقؓ [۶۵، ۶۲، ۳۵، ۳۲، ۳۳] عثمانؓ [۶۵، ۶۲، ۳۳]	
صحابہ کرامؓ	5
ابو هریرہؓ [۱۹] انسؓ [۲۰] عبد اللہ بن عمرؓ [۳۵، ۱۸] ضمام بن شعبانؓ [۲۰] عبد اللہ بن مسعودؓ [۲۵، ۶۲] عبد اللہ بن عباسؓ [۲۰، ۷۰، ۷۷] عرباض بن ساریہؓ [۳۱] عدی بن حاتمؓ [۳۵]	

6	اطاعت/اتباع/تابعداری/پیروی/قلید اطاعت [۸۰] اتباع [۴۰، ۵۸، ۵۷، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۹، ۳۷، ۳۶، ۳۳، ۲۵، ۲۳، ۲۲] [۸۵، ۲۷، ۵۸، ۵۵، ۳۲] تابعdarی [۸۷، ۸۲، ۷۹، ۷۲، ۷۰، ۲۸، ۲۷، ۲۳، ۲۲] پیروی [۲۲، ۲۳، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷] قلید [۸۲، ۸۰، ۷۹، ۶۳، ۵۷، ۳۹، ۳۲، ۳۱، ۳۶، ۲۲] ۵۷، ۵۵، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۲، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵ [۹۳، ۹۳، ۸۸، ۸۵، ۸۳، ۸۱، ۷۱، ۷۰، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۴، ۲۱، ۲۰، ۵۸]
7	عبادت گاہیں/مقدس مقامات
8	مسجد [۲۰، ۲۲، ۱۹، ۱۲] بیت اللہ [۹۳، ۷۷، ۳۵، ۲۹، ۲۰] حرمین شریفین [۲۹، ۲۲، ۱۹، ۱۲] [۵۵] گرجا گھر
9	سنت
10	بدعت
11	فرق
11	ضالین [۷۵] مغضوب [۷۶، ۷۹] رافضہ [۷۷] مبتدع [۷۸] تیجانیہ [۹۲] سہروردیہ [۹۲] شاذیہ [۹۲] قادریہ [۹۲] نقشبندیہ [۹۲]
11	امام بخاری [۲۰، ۲۳، ۲۵، ۱۹] امام مسلم [۲۵] امام ابو داؤد [۲۰] ترمذی [۳۱] امام طبرانی [۱۷] امام نسیبی [۳۲]

امام شافعی ^{۱۷} ، امام ابوحنیفه ^{۱۸} ، امام مالک ^{۱۹} ، امام عاصم ^{۲۰} ، امام حنبل ^{۲۱} ، امام احمد بن حنبل ^{۲۲} ، امام محمد بن حسن الاوزاعی ^{۲۳} ، امام ابویوسف ^{۲۴} ، امام سفیان الشیعی ^{۲۵} ، امام العزب بن عبد السلام ^{۲۶} ، امام اشرافی ^{۲۷} ، امام فیاض ثوری ^{۲۸} ، امام ابن جوزی ^{۲۹} ، امام فخر الدین الرازی ^{۳۰} ، امام ابن تیمیہ ^{۳۱} ، امام ابن قیم ^{۳۲} ، امام شہاب الدین عبد الرحمن المعروف ابوشامة ^{۳۳} ، امام ابن الصمام ^{۳۴}]	امم کرام	12
مزہبی/علاقائی/فلکری/نسبتیں		13
اندلسی ^{۳۵} ، بعثتی ^{۳۶} ، تقليیدی ^{۳۷} ، جاپانی ^{۳۸} ، خلقی ^{۳۹} ، جازی ^{۴۰} ، خنبی ^{۴۱} ، حنفی ^{۴۲} ، راضی ^{۴۳} ، روزی ^{۴۴} ، شای ^{۴۵} ، دہلوی ^{۴۶} ، شافعی ^{۴۷} ، عراقی ^{۴۸} ، عربی ^{۴۹} ، عجی ^{۵۰} ، فقہی ^{۵۱} ، فاطمی ^{۵۲} ، ایگلی ^{۵۳} ، معصومی ^{۵۴} ، ناصی ^{۵۵} ، یونانی ^{۵۶} ، مصری ^{۵۷} ، یمنی ^{۵۸}		
مزہبی اصطلاحات		14
واجب ^{۸۸} ، مندوب ^{۸۹} ، مستحب ^{۹۰} ، مباح ^{۹۱} ، مکروہ ^{۹۲} ، محرما ^{۹۳} ، مذکور ^{۹۴} ، ممنوع ^{۹۵}		
فقہی اصطلاحات		15

	اجماع [۹۰، ۲۹] اجتہاد [۶۰، ۵۷، ۳۷، ۳۲، ۳۰، ۳۸، ۳۲، ۳۱، ۲۹] / اجتہادات [۲۷، ۲۳، ۱۰، ۵۷، ۳۷، ۳۰، ۲۲] قیاس [۲۳، ۲۲، ۲۱، ۵۲، ۳۰، ۲۲] [ذاتی رائے] [۲۷، ۲۱، ۳۸، ۳۷، ۳۰]	
۱۶	مذہبی پیشوں	
	اخبار و رصبان [۳۰، ۲۶، ۹] درویش [۹۲، ۳۵] عام / علماء [۹۲، ۳۵] [۳۸، ۳۵، ۳۳، ۳۱، ۳۰، ۲۷، ۲۲] [۹۲، ۹۳، ۹۱، ۹۰، ۸۸، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۱، ۷۱، ۶۳، ۶۲، ۵۲، ۵۱، ۳۱، ۳۰، ۳۹،	
۱۷	حلال	۸۵، ۸۳، ۸۲، ۷۲، ۷۰، ۲۷، ۶۰، ۵۱، ۳۲، ۳۵
۱۸	حرام	۸۵، ۸۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۲۷، ۶۰، ۵۲، ۵۳، ۵۱، ۳۵، ۲۷
۱۹	علوم / فنون	علم صرف، علم خود، علم معانی [۸۷، ۸۳] علم تفسیر [۹۳]
۲۰	ظاہری / باطنی روشنی کے ذرائع / آلات	آگ [۲۸] بصیرت [۲۸، ۲۳] چاغ [۱۲] دیکھنا [۵۳] دن [۲۱] سراج [۱۶] شمع [۱۲، ۱۲] صح [۳۱] عقل [۲۱] علم [۳۱، ۲۵] مسح [۲۲، ۲۸، ۲۷، ۵۲، ۳۲، ۳۸، ۳۱، ۲۵] مشعل [۷] نور [۵۸]
۲۱	مسئلہ	تشہد میں انگلی اٹھانے کا مسئلہ [۵۶، ۵۰، ۲۷] خواتین کا مساجد میں جانا [۳۵] وضو کے دوران پاؤں کا مسح کرنا [۸۲] مسح کے نکاح کا حالہ [۸۲] نشہ اور شراب کی قلیل مقدار کو حلال قرار دینا [۸۳، ۸۲] پا لتوگدھے کو حلال قرار دینا [۸۳] انسان کے اصلی سایہ کے بعد مزید دو گناہ سایہ ہو جانے پر ظہر کے آخری وقت کا قول [۸۳]
۲۲	انسانی رشتہ	باپ دادا / ابا و اجداد [۲۶، ۹، ۶] بیوی [۳۵] بیٹی [۶]

انسانی اعضاء 23

سر [۵۹، ۵۶] دماغ [۹۱] کان [۹۱] آنکھ/نظر/نگاہ/چشم [۷۱، ۶۹، ۵۹، ۳۱، ۱۲، ۷] ۷۱، ۶۹، ۵۹، ۳۱، ۱۲، ۷
 ۷۸، ۵۷، ۵۵، ۳۹، ۲۹] منہ [۳۱] آنسو [۵۹] ۷۸، ۵۷، ۵۵، ۳۹، ۲۹] زبان [۶۸، ۵۷] ۶۸، ۵۷، ۵۵، ۳۹، ۲۹
 ۵۳، ۳۵، ۳۱۲۵۷، ۶] دل [۷۹، ۱۶] ۷۹، ۱۶، ۵۶، ۳۵، ۲۸] سینوں [۵۶] ۸۹، ۸۵
 ۵۶، ۳۳، ۲۹، ۲۷، ۱۹، ۷] ۹۱، ۸۲، ۸۱، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۳، ۲۲، ۵۸، ۵۵
 ۶۷، ۲۷] انگلی/انگشت [۵۶] پاؤں [۵۶، ۵۰، ۲۷] رُگوں [۸۲] خون [۶۰] ۶۰، ۲۹]

اہل 24

اہل حدیث [۶] ۷۸، ۷، ۶] اہل تقلید [۱۲] اہل مذہب/مذاہب [۵۱، ۳۸، ۳۰، ۲۹]
 ۷۸، ۷] اہل علم [۳۱] ۶۳، ۳۸، ۳۱، ۳۰] اہل الذکر [۳۱] اہل حق [۳۲] اہل سنت [۳۲]
 اہل اجتہاد [۳۸] اہل بصیرت [۳۸] اہل کتاب [۵۷] اہل مدینہ [۹۱، ۹۰] اہل
 اندلس [۹۱، ۹۰] اہل عقل [۹۱] اہل مغرب [۹۱]

ابو 25

ابوالقاسم (قشیری) [۷۵] ابوعبد اللہ (امام شافعی) [۵۹] ابوحنیفہ [۶۱] ابویوسف [۶۱]
 ابوطالب کفی [۸۰] ابومحمد الجوینی [۸۲] ابوالبرکات ابن تیمیہ [۹۰]

ابن 26

ابن عبدالمطلب [۲۱] ابن عیینہ [۲۵] ابن عابدین شامی [۳۲] ابن نجمہ [۳۰] ابن
 جوزی [۶۱] ابن قیم [۶۷] ابن تیمیہ [۹۰] ابن القاسم [۹۲] ابن الحلدون [۹۲] ابن
 سینا [۹۳]

قبائل 27

بنو سعد [۲۲] اموی خاندان [۹۱] بنو عباس [۹۱]

شہر/ملک 28

اُسکندر یہ [۱۲]

استنبول [۱۲]

اوسا کا [۱۵]

انڈونیشیا [۱۶، ۱۰]

ب

بخارہ [۵۵]

پ

پاکستان [۱۱]

ت

ترکی [۱۲] تاشقند [۵۶، ۱۴، ۱۵، ۱۲]

ث

ٹوکیو [۹۳، ۱۲]

ج

چاپان [۹۳، ۱۴، ۱۰] جاوا [۱۶، ۱۰]

ج

چین [۱۲]

ح

چجاز [۷۱، ۱۲]

خ

[۱۲] بخندہ

[۱۲] روس

س

سودان [۱] سجوار [۷]

ط

طاائف [۷]

ع

عراق [۱]

ک

کراچی [۱۱، ۷، ۶]

م

مکہ مکرمہ [۱۲، ۱۳، ۱۴] مدینہ منورہ [۹۱، ۱۲] مصر [۱۲، ۲۹، ۱۲]

ہ

ہندوستان [۵۵، ۱۶، ۱۱]

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کے نام

29

ا) حجہاد اور تقلید

اونٹ / سانپ / گدھا

اونٹ [۲۰] سانپ [۶۰] گدھا [۸۳، ۵۵]



۹۹... بے ہوش ناؤں لا ہور

ان کے حسن تکمیل بہبہت بولتے ہیں
تو چاند روس کی دین بھی مسراں تیں ہے

تمہارا مدرس رسالت پر اپنے نام لگانے

محمد رسول اللہ ﷺ

کی حکمت بھری شناویاں

تعلیمی حکمت
شرعي حکمت
اجتیمی حکمت
سیاسی حکمت

تلذذ و نظر ثانی
شیخ محمود احمد حسن

شیخ الغوث چادری مداریہ علمیہ کالائی

مقالات
شیخ محمد علی الصابوی
(استاذ کاری شریف و المدرسۃ المسالیم)
مکہ کریمہ (سعودی عرب)



ناشر

عبد الرحمن دارالكتب کراچی